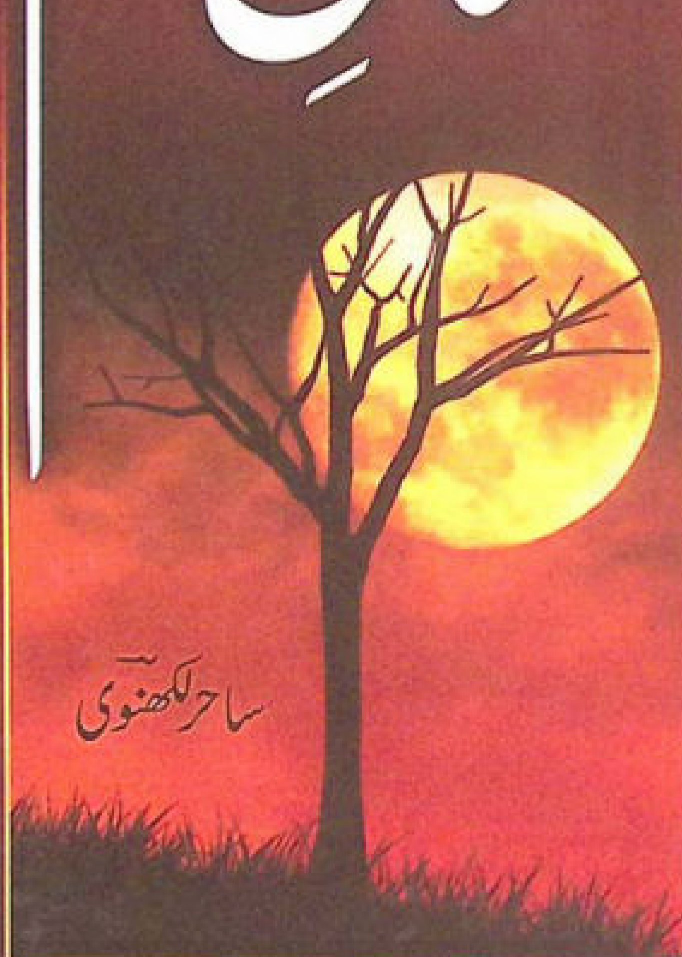
متاعِ غم



ساحر لکھنوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

متاعِ غم

ساحر لکھنوی

کوائفِ کتاب

نام کتاب	متاعِ غم
مصنف رشاعر	ساحر لکھنوی
رابطہ نمبر:	۰۲۱_۳۳۶۷۱۹۵، ۰۲۱_۳۴۸۱۷۱۹۵
کمپوزنگ	سید انوار الحسن نقوی
	رابطہ نمبر: ۰۳۳۵_۰۲۲۰۵۰۳
ناشر	آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی
طابع	مصباح آرکیڈ
سرورق	سیّد ضیاء الحسن نقوی
سنِ اشاعت	۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء
قیمت	تین سو روپیہ (Rs.300/=)
رابطہ نمبر برائے ملاقات	۳۳۶۷۱۹۵، ۳۴۸۱۷۱۹۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

انتساب

اردو مرثیہ کو رزمیہ کا رنگ و آہنگ دینے والے عظیم المرتبت شاعر سید مظفر حسین ضمیر اور اس رزمیہ مرثیہ کو اپنی اعلیٰ ترین شعری صلاحیتوں سے ترقی دے کر اردو شاعری کا سرمایۂ ناز اور آسمانِ سخن کا آفتابِ درخشاں بنا دینے والے خدایانِ سخن میر انیسؔ و مرزا دبیرؔ نیز ان کے بعد آنے والے خاندانِ انیسؔ و دبیرؔ اور خاندانِ عشقؔ و خاندانِ اجتہاد کے بلند مرتبہ مرثیہ نگاروں کے نام جنھوں نے ہر دور میں اس صنفِ سخن کی خونِ جگر سے پرورش کی اور ہزار ہا کی تعداد میں مرثیہ نظم کر کے اردو کے شعری سرمائے میں اتنا گرانقدر اضافہ کر دیا جو کسی اور دوسری صنفِ سخن کو اور کسی بھی زبان کے شعری سرمائے کو نصیب نہیں۔

اردو مرثیہ کے اُن باذوق سامعین و قارئین کے نام بھی جو اس دورِ جدیدیت پرستی میں بھی اپنے ذوقِ سماعت سے اردو رزمیہ مرثیہ کی فوقیت، برتری اور مقبولیت کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

ترتیب

نمبر شمار	عنوان	تحریر	صفحہ نمبر
☆	آثار وافکار اکادمی کی نویں فخریہ پیشکش	انتظامیہ	۵
☆	پیش لفظ (یہ مجموعہ)	ساحر لکھنوی	۶
۱	مرثیہ بعنوانِ "رسولؐ، مقصدِ رسالت اور حسینؑ	ساحر لکھنوی	
	جمالِ نظم جمالِ خدا نمائے رسولؐ		۹
۲	مرثیہ بعنوانِ "الزہراؑ" صلوٰۃ اللہ علیہا	ساحر لکھنوی	
	ہاں اے قلم نگارشِ مدحِ بتولؑ ہے		۴۷
۳	مرثیہ بعنوانِ "طلب"	ساحر لکھنوی	
	پھر آج ہے طلب جوہرِ سخن مجھ کو		۷۵
۴	مرثیہ بعنوانِ "سفر"	ساحر لکھنوی	
	صد شکر آج طبعِ سخنور بحال ہے		۱۰۷
۵	مرثیہ بعنوانِ "واپسی"	ساحر لکھنوی	
	جب وقتِ نظم فکرِ سخنور سفر میں ہو		۱۳۷
۶	رثاءِ سیّد العلماء	ساحر لکھنوی	۱۶۹
(الف)	کوائفِ سیّد العلماء علامہ سید علی نقی نقوی طاب ثراہ		۱۷۳
۶(ب)	شخصی مرثیہ بعنوانِ "علم اور علماء"	ساحر لکھنوی	۱۷۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آثار وافکار اکادمی (پاکستان) کی نویں فخریہ پیشکش

الحمد للہ کہ آثار وافکار اکادمی (پاکستان) کی طرف سے جناب محترم حسن عباس صاحب مدظلہ' کے مالی اشتراک سے حضرت ساحر لکھنوی کے مراثی کا تیسرا مجموعہ "متاعِ غم" پیش کیا جارہا ہے۔

رثائی ادب کے ناقدین نے ساحر لکھنوی کو برصغیر پاک وہند میں اس دور کا سب سے بڑا مرثیہ نگار شاعر تسلیم کیا ہے جس کا منہ بولتا ثبوت ان کے دو گزشتہ شائع شدہ مجموعے "آیاتِ درد" اور "احساسِ غم" اور اس تیسرے مجموعے میں شامل مرثیے ہیں۔ صاحب نظر قارئین اور ناقدین سے ان کے مرثیوں کو قدیم وجدید رنگ کا بہت خوبصورت امتزاج قرار دیا ہے۔ ان کے اندازِ مرثیہ گوئی کو خدائے سخن میر انیسؔ کے انداز سے قریب ترین کہا گیا ہے۔

اس دور میں جبکہ جدیدیت پسندی نے کلاسیکی رزمیہ مرثیہ کو شجرِ ممنوعہ قرار دے دیا ہے، ساحر لکھنوی عصری تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کلاسیکی رزمیہ مرثیہ کی روایت کو زندہ اور باقی رکھنے میں اپنا خونِ جگر صرف کررہے ہیں۔

یہ اکادمی ملتِ جعفریہ میں فروغِ علم وادب کے لئے گزشتہ اٹھارہ سال سے پُرخلوص خدمات انجام دے رہی ہے، پاکستان کے تمام باشعور افراد اور علم دوست وادب پرور حضرات سے ہماری گزارش ہے کہ اس اکادمی کے ممبر بن کر اس کو مضبوط کریں اور ہمارے اس اہم مقصد میں دامے، درمے، قدمے، سخنے ہمارا ساتھ دے کر اپنا دینی، علمی اور ادبی فریضہ انجام دیں۔ شکریہ

مجلسِ منتظمہ

آثار وافکار اکادمی (پاکستان)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

یہ مجموعہ

یہ مجموعہ ''متاعِ غم'' میرے مراثی کا تیسرا مجموعہ ہے۔ اس سے پہلے میرے سات سات مرثیوں کے دو مجموعے ''آیاتِ درد'' اور ''احساسِ غم'' کے نام سے ۱۹۹۴ء اور ۲۰۰۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ موجودہ مجموعہ میں پانچ غیر مطبوعہ مرثیے اور ایک شخصی مرثیہ ''علم اور علماء'' کے موضوع پر شامل ہے۔ یہ مرثیہ اگرچہ انفرادی طور پر دہلی (انڈیا) اور کراچی سے شائع ہو چکا تھا مگر کسی مجموعہ میں شامل نہیں تھا۔

اپنی اہمیت کے اعتبار سے یہ مرثیہ ''علم اور علماء'' عام مومنین کے علاوہ علمائے کرام اور صاحبانِ علم میں بھی مقبول ہوا۔ ان حلقوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً یہ اب بھی طلب فرمایا جاتا ہے مگر اس کے دہلی اور کراچی کے مطبوعہ نسخے اب دستیاب نہیں ہیں، اس لئے اسے اس مجموعہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

اس مجموعہ کی اشاعت کا سہرا میرے ایک انتہائی کرم فرما جناب حسن عباس صاحب مدِ ظلہٗ العالی کے سر ہے جن کا قیام بیرونِ ملک ایک شہر یزیدیت میں ہے۔ ان سے تعارف، مراسم اور محبتوں کے ذکر کا یہ محل نہیں۔ مختصر یہ کہ انہوں نے از روئے خلوص و محبت مجھ کو یہ پیشکش کی کہ اگر میں اپنی کوئی کتاب شائع کروانا چاہتا ہوں تو وہ اپنی طرف سے اس کی اشاعت کا بندوبست کر دیں گے۔ میں نے انتہائی سپاس گزاری کے ساتھ ان کی یہ پیشکش قبول کر لی اور اس طرح یہ کتاب ''متاعِ غم'' محترم قارئین کے دستِ مبارک تک پہنچے گی۔

اس عہدِ نا پُرساں اور دورِ ناقدری میں شعر و ادب کی یہ خدمت اور سرپرستی قابلِ صدستائش ہے۔ میں شکریہ کے ان الفاظ سے تہی دامن ہوں جو حقیقی جذبۂ سپاس گزاری کے ساتھ شکریہ کا معمولی سا حق بھی ادا کرسکیں۔ بہرحال رسماً اور اخلاقاً شکریہ ادا کرنا تقاضائے شرافت واخلاق وانسانیت ہے۔ لہٰذا میں دل کی گہرائیوں سے محبّ محترم جناب حسن عباس صاحب مدّ ظلہٗ العالی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ پروردگارِ عالم شہدائے کربلاؑ کے صدقے میں ان کو صحت وعافیت کے ساتھ عمرِ خضر عطا فرمائے اور ان کے توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

یہ بھی دعا ہے کہ پروردگارِ عالم ملت کے دوسرے صاحبانِ استطاعت کے دلوں میں اسی طرح علم وادب کی سرپرستی کا جذبہ و ذوق وشوق بیدار کردے جو دین ومذہب اور علم وادب سب کے لئے فالِ نیک ہوگا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گدائے درِ مولائے علمؑ
ساحرؔ لکھنوی

ادائے فرض کے طالب رسولؐ اور حسینؑ
جہانِ کفر پہ غالب رسولؐ اور حسینؑ
مقامِ وحدتِ فکر و عمل میں اے ساحر
ہیں ایک جان دو قالب رسولؐ اور حسینؑ

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

مقصد جو محمدؐ کا وہی مقصدِ شبیرؑ
اس باب میں ہم چون و چرا کر نہیں سکتے
نانا سے نواسے کو الگ کر کے نہ دیکھو
تم گوشت سے ناخن کو جدا کر نہیں سکتے

مرثیہ۔۱

رسولؐ، مقصدِ رسالت اور حسینؑ

سنہ تصنیف ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۰ء

جمالِ نظم جمالِ خدا نمائے رسولؐ
جبینِ فکر کی معراج نقشِ پائے رسولؐ
ہر اِک بشر پہ نہ لازم ہو کیوں ثنائے رسولؐ
عروجِ آدمِ خاکی ہے بر بنائے رسولؐ
(۱) سند بشر نے جو پائی ہے اشرفیت کی
یہ ساری دین ہے اس خاتمِ رسالتؐ کی

سریرِ منزلِ قوسین کیا ہے، جائے رسولؐ
نبی ہے تاج سرِ عرش کفشِ پائے رسولؐ
میانِ پردہ بھی ہے نقشِ خوشنمائے رسولؐ
کوئی نگاہ میں چچتا نہیں، سوائے رسولؐ
زمین پر بھی ہیں وہ زیبِ عرش بھی وہ ہیں
(۲) جدھر جدھر بھی نظر جائے بس وہی وہ ہیں

یہ شرق و غرب و شمال و جنوب و ارض و سما
بہشت و دوزخ و تسنیم و کوثر و طوبیٰ
ازل، زمان و مکاں، حال و ماضی و فردا
یہ شش جہات، یہ کُل کائنات ربِّ علا

(۳)
کہاں تک اب یہ کہوں، ہیں کہاں کہاں یہ رسولؐ
جہاں جہاں وہ خدا ہے وہاں وہاں یہ رسولؐ

رسولؐ عظمتِ انساں کا مُظہر و مَظہر
رسولؐ راہِ حقیقت کا آخری رہبر
رسولؐ گلشنِ خُلقِ عظیم کا گُلِ تر
رسولؐ سیرت و حسنِ عمل کا پیغمبر

(۴)
بلادِ کفر میں اِک دین کا خزینہ ہے
سوادِ جہل میں ایک علم کا مدینہ ہے

نہ اس سے افضل و اعلیٰ خدا کے بعد کوئی
نہ اس کا ہمسر و ہمتا جہاں میں کوئی بھی
نہ اس سے برتر و بہتر کوئی ولی و نبی
نہ اس کے مثل صحابہ نہ اس سے بڑھ کے علیؑ

(۵)
یہ وہ بشر ہے کہ بے سایہ جس کی قامت ہے
یہ وہ شجر ہے کہ سائے میں خود قیامت ہے

وہی خدائی کا مالک، وہی خدا کا سفیر
وہی شفیعِ اُمم اور وہی بشیر و نذیر
وہی تجلّیِ یزداں، وہی سراجِ منیر
نہ اس کا کفو مماثل نہ اس کا مثل و نظیر

(۶) شریکِ ذات سب اوصاف ہیں مثالِ خدا
خدا نہیں ہیں مگر سر بسر جمالِ خدا

وہ ایک خاکۂ خاکی میں رنگِ صدق و صفا
وہ اِک مرقعِ فانی میں حسنِ ہست و بقا
وہ ایک صورتِ آدم میں نورِ ربِّ عُلا
وہ ایک پیکرِ انساں میں اعتبارِ خدا

(۷) فروغِ دین و دیانت مزاج ہے جس کا
کتاب و آلؑ کی دولت خراج ہے جس کا

قدیر و قادرِ مطلق ہے گو کہ ربِّ عُلا
مگر یہ امر منافی وجوبِ ذات کے تھا
براہِ راست ہو ممکن سے رابطہ اُس کا
نبیؐ کو اس لئے نائب بنا کے بھیج دیا

(۸) وسیلہ اس کا، جو تنظیم کائنات کرے
اُدھر خدا سے اِدھر آدمی سے بات کرے

اسی کے نور سے لرزاں غرورِ تیرہ شبی
اسی کی ذات پہ نازاں شرافتِ نسبی
اسی کے اوج پہ حیراں ہر اِک ولی و نبی
اسی کا نام بغیرِ درود بے ادبی

(۹) کسی زبان پہ جب اس کا نام آتا ہے
تو عرش سے بھی درود و سلام آتا ہے

اسی نے توڑ دیں محکومیت کی زنجیریں
بدل کے رکھ دیں غلاموں کی اس نے تقدیریں
دکھادیں عظمتِ انسانیت کی تصویریں
بنادیں خلد و جناں آدمی کی جاگیریں

(۱۰) خدا کے سامنے سجدوں سے ارجمند کیا
بشر کو ساری خدائی میں سر بلند کیا

اُٹھا کے دوش پہ انساں کی عظمتوں کا عَلَم
رکھے ہیں پاؤں وہاں عرش و لامکاں کی قسم
بہ ایں عروجِ علومِ جدید دم ہمہ دم
کبھی پہنچ نہیں سکتے جہاں کسی کے قدم

(۱۱) بشر تو کیا ہے خود اہلِ فلک بھی جا نہ سکیں
حدِ رسائیِ جبریلؑ تک بھی جا نہ سکیں

وہ اس کی سیرتِ عالی وہ عظمتِ کردار
وہ ذوقِ صبر و تحمل وہ طبعِ صلح شعار
ہوئے جو کفر کی جانب سے اس پہ ظلم ہزار
کمالِ صبر سے ڈھادی ستم کی ہر دیوار
(۱۲) دکھادی ضبط کی حد تیغ آزمانے تک
محاذِ امن پہ لڑتا رہا زمانے تک

اطاعت ایسی کہ شکرِ خدا ہر ایک نفس
سخاوت ایسی کہ ممنون ہر کس و ناکس
مروت ایسی کہ خود بیکسوں کو آئے ترس
عبادت ایسی کہ معبود بھی کہے "بس بس"
(۱۳) شرافت ایسی کے اعداء کو بھی معاف کرے
دیانت ایسی کہ دشمن بھی اعتراف کرے

اسی کی خلقتِ نوری بصورتِ بشری
وہ ایک پیکرِ خاکی میں اس کی جلوہ گری
بنی ہے واجب و ممکن کی حدِ حق نگری
جو اپنی مثل کہوں میں تو میری کم نظری
(۱۴) کتاب کُھل کے کہے گی جو اوج پایا ہے
درود پڑھئے کہ صلّوعلیہ آیا ہے

کتابِ علم ہے قرآں، نبیؐ کتابِ عمل
وہ نقشِ لوح، یہ نقاش، وہ شجر تو یہ پھل
وہ شمعِ بزم، یہ مسند نشینِ بزمِ ازل
وہ علم ہے تو یہ عالم، وہ راز ہے تو یہ حل

(۱۵) زبانِ وحی سے اللہ جو لکھاتا ہے
اسی لکھے پہ عمل کر کے یہ بتاتا ہے

اگر عمل نہ ہو اس پر تو پھر کتاب ہے کیا
کسی طبیب کا وہ کیمیا اثر نسخا
نہ جس کے حل کی ہدایت نہ دستیاب اجزا
ورق جو گھول کے پی لیں تو کیا ملے گی شفا

(۱۶) ہیں اس کے بعد بھی کافی کتاب کی باتیں
یہ عقل اور یہ دعوے، جناب کی باتیں

حضورؐ ہیں سببِ خلقتِ زمین و زماں
وہی تو ہیں شہ لولاک مالکِ دو جہاں
انہیں کے واسطے پیدا ہوئے ہیں کون و مکاں
انہیں کے نقشِ کفِ پا خطوطِ کاہکشاں

(۱۷) انہیں کے سائے نے گیسوئے جاں سنوارے ہیں
انہیں کے نور کا پرتَو یہ چاند تارے ہیں

رسولؐ روزِ ازل سے رسولؐ تا بہ ابد
جہاں میں اس کے نزول و ورود کا مقصد
تعارفِ احدیت، فروغِ نورِ صمد
شکستِ شرک، منافق پہ ضرب، کفر پہ زد

(۱۸) وہ حق پہ اُٹھتے ہوئے ہاتھ روک دیتا ہے
وہ منہ پہ ظالم و جابر کو ٹوک دیتا ہے

یہ شرح فکر نے کی مقصدِ رسالت کی
ہر اِک بشر سے محبت، ہر اِک سے ہمدردی
خلوص، عشق، وفا، پیار، خُلق، بے غرضی
ادائے فرض، ادائے حقوق، حق طلبی

(۱۹) مذاقِ حریت و ذوقِ بندگی دے دے
سجی سجائی ہوئی ایک زندگی دے دے

ہر اِک نگینۂ دل پر یہ نقش ہو کندہ
کرو نہ رجسِ غلامی سے نفس کو گندہ
بتانِ زور و زر و اقتدار کا بندہ
خود اپنے آپ پہنتا ہے ظلم کا پھندہ

(۲۰) ملوکیت سے نہ یہ سب برائیاں سیکھو
ملائکہ سے نبیؐ کی گدائیاں سیکھو

رسولؐ آتا ہے بن کر خلیفۂ بر حق
پڑھائے تاکہ زمانہ کو دینِ حق کا سبق
بٹھادے ذہن میں ہر امر سہل ہو کہ ادق
کتابِ زیست کا سادہ رہے نہ کوئی ورق

(۲۱) ہر ایک عقدۂ مشکل کا کوئی حل دے دے
جو بے عمل ہوں انہیں جذبہ عمل دے دے

اِک اتحاد کا پیغامِ خاص حج میں سنائے
زکواۃ و خمس سے تقسیمِ زر کی راہ دکھائے
نماز پڑھ کے اگر عجز و انکسار سکھائے
تو روزے رکھ کے وہ ایثار کا سبق بھی پڑھائے

(۲۲) جو اس کے بعد بھی باطل فساد کو اُٹھے
یہ اہلِ حق کا محافظ جہاد کو اُٹھے

خدا کی معتمدِ ذات ہے رسولؐ کی ذات
ہے اس کا منصب اوّل تلاوتِ آیات
خدا کے پاس سے لفظوں کی آئے جو سوغات
بغیر سہو کے پہنچادے من و عن وہ بات

(۲۳) نہ بھول چوک سے لفظیں گھٹا بڑھا کے کہے
نہ خود سے زیر و زبر کچھ کے کچھ لگا کے کہے

نہ مصلحت کی ترازو میں آیتیں تولے
نہ دیوِ نفس سے مغلوب ہو کے لب کھولے
نہ دشمنی میں کہیں ہاتھ عدل سے دھولے
نہ دوستی میں بغیرِ رضائے حق بولے

(۲۴) ہو دن تو دن وہ کہے، رات ہو تو رات کہے
ڈھکی چھپی نہ رکھے، کُھل کے صاف بات کہے

اگر ہو جنگ کے میداں میں صلح حکمِ خدا
وہ صلح سے کسی صورت میں بھی نہ جھجکے ذرا
ہزار امن کی شرطوں کا رنگ ہو پھیکا
ہزار اس کے شرائط سے کم نظر ہوں خفا

(۲۵) نہ ہو "رسولؐ" کا لفظاً جو ذکر، فکر ہی کیا
ہو شک تو جائے جہنم میں، اس کا ذکر ہی کیا

کہیں جو راہ میں "بَلِّغ" کا حکم آجائے
نہ ہچکچائے نہ جھجکے نہ مخمصے میں پڑے
وہیں پہ دشت میں سب حاجیوں کو ٹھہرا کے
کرے یہ بزم میں اعلان ایک منبر سے

(۲۶) تمھارے نفس سے گر میرا نفس اولیٰ ہے
فقط میں ہی نہیں مولا، علیؑ بھی مولا ہے

ادا یہ فرض کیا حسبِ مرضیِ خالق
جو اس میں شک ہو تو آ، اے رسولؐ کے عاشق
کتابِ حق سے بھی پوچھیں کہ وہ تو ہے صادق
دلیل آیۂ ''ماینطق'' بھی ہے ناطق

(۲۷) بغیرِ وحی وہ لب اپنے کھولتا ہی نہیں
وہ اپنے نفس کی خواہش سے بولتا ہی نہیں

یہ قولِ حق وہ کسوٹی ہے جس کسوٹی پر
پرکھیے، جانچیے، ایک ایک قولِ پیغمبرؐ
مکان و منبر و محراب و خندق و خیبر
کہیں رموز، کہیں صاف مدحتِ حیدرؑ

(۲۸) جو ہوں نگاہ سے اوجھل تو دل میں یادِ علیؑ
جہاد میں ہو ضرورت تو لب پہ نادِ علیؑ

اگر کسی کو گھٹایا تو وہ بھی حکمِ خدا
اگر کسی کو بڑھایا تو وہ بھی حکمِ خدا
اگر کسی کو ہٹایا تو وہ بھی حکمِ خدا
اگر کسی کو سلایا تو وہ بھی حکمِ خدا

(۲۹) خدا کے حکم کا بندہ شہِ حجازی ہے
نہ دشمنی ہے نہ یہ اقربا نوازی ہے

تمام "یَتْلُوْ عَلَیْھِمْ" کی جب ہوئی منزل
نبیؐ پہ حکمِ "یُزَکِّیْھِمْ" اب ہوا نازل
ہے پہلے فرض سے یہ فرض اور بھی مشکل
بشر کا تزکیۂ نفس اور طہارتِ دل!

(۳۰)
بشر میں شر ہے، یہ شر کوئی کیسے خاک کرے
بشر کو شر سے تو خیرالبشر ہی پاک کرے

مگر رسولؐ تو پھر بھی رسولؐ تھے آخر
ادائے فرضِ رسالت سے کب رہے قاصر
نظر کی دھوپ جو ڈالی تو ہوگئے طاہر
نہ جانے کتنے ہی سلمانؓ و بوذرؓ و جابرؓ

(۳۱)
سبھی نے نورِ رسالت سے اکتساب کیا
اس آفتاب نے ذرّوں کو ماہتاب کیا

ہے بعدِ تزکیہ اب منصبِ رسولؐ کریم
نفوسِ پاک کو علمِ کتاب کی تعلیم
کتاب وہ ہے جو کُل مصحفوں میں سب سے عظیم
معلّم ایسا کہ خود علم دے جسے تعظیم

(۳۲)
وہ شہرِ علم بھی ہے علم کا خزینہ بھی
وہ اپنی ذات میں مکہ بھی ہے مدینہ بھی

وہ شہرِ علم ہے اور نفس اس کا دروازہ
وجود جس کا ہے روئے حیات کا غازہ
ہے جس کا تا بہ فلک دور دور آوازہ
کہاں ہے علم کا اس کے کسی کو اندازہ

(۳۳) جو اس کی تہہ کو پہنچ جائے وہ نگاہ نہیں
یہ وہ عمیق سمندر ہے جس کی تھاہ نہیں

ہے بعد علم کے حکمت کا درس کارِ نبیؐ
ہو پڑھنے والوں میں لیکن جو اس کا اہل کوئی
فقط کتاب نہ جس کی نظر میں ہو کافی
سمجھنا چاہے جو لفظوں کی اصل روح کو بھی

(۳۴) فقط زبان پہ جس کی نہ آئے بسم اللہ
سمجھنا چاہے جو تفسیرِ بائے بسم اللہ

رسولِؐ پاک نے حکمت کا گھر جو خود کو کہا
علیؑ کو آپؐ نے اس گھر کا در بھی فرمایا
پتہ زمانے کو اس گھر کا اس کے در سے ملا
فضا میں جب تو ''سَــلُـونِـیْ'' کی گونجتی ہے صدا

(۳۵) جو لوگ طالبِ حکمت ہیں، گھر پہ آتے ہیں
جو گھر پہ آتے ہیں پہلے وہ در پہ آتے ہیں

نہ کیوں شرف ہو یہ حاصل انہیں بقولِ نبیؐ
نبیؐ کا نفس علیؑ ہیں نبیؐ کے بھائی علیؑ
علیؑ کی طرح بتولؑ اور حسنؑ حسینؑ سبھی
ہر ایک ذات نبیؐ کے مزاج میں ہے ڈھلی

(۳۶) انہیں کی گود کے پالے ہیں رتبہ دانِ رسولؐ
مزاجدانِ رسالت ہے خاندانِ رسولؐ

بتا رہی ہے یہ کھل کر حدیثِ "معیّت"
نبیؐ اور آلِ نبیؐ کی ہے ایک ہی سیرت
وہی تلاوتِ آیات، تزکیہ کی صفت
ادائے فرضِ نبوت، کتاب اور حکمت

(۳۷) نبیؐ کا رنگ یہی تھا، علیؑ کا ڈھنگ یہی
حسنؑ کی صلح یہی، کربلا کی جنگ یہی

وہ بعدِ ختمِ رُسلؐ دشمنوں کی تدبیریں
کہ حق کے پاؤں میں ڈالیں ستم کی زنجیریں
گلے پہ دین کے تیغیں، زباں پہ تکبیریں
علیؑ نے صبر سے روکیں مگر وہ شمشیریں

(۳۸) حسنؑ جو صلح سے حجت تمام کرکے اُٹھے
حسینؑ ذوقِ شہادت کو عام کرکے اُٹھے

رسولؐ سے تھے حسینؑ اور حسینؑ سے تھے رسولؐ
وہ باغِ دینِ خدا، یہ شجر، وہ شاخ، یہ پھول
وہ اصل نخلِ رسالت، یہ نخلِ اصلِ اصول
خدا کے دیں کی تباہی اُنہیں نہ اِن کو قبول

(۳۹) رسولؐ مصحفِ ایماں کا استعارہ تھے
حسینؑ بھی اسی قرآں کا ایک پارہ تھے

یزیدِ نحس نے جب سازشوں سے تخت لیا
یزیدیّت کو زمانے میں یوں رواج دیا
کسی کو قتل کرایا کسی کو قید کیا
شراب پی، کبھی انسانیت کا خون پیا

(۴۰) اسی کی راہ چلے حق کا نام بھول گئے
عوام فرقِ حلال و حرام بھول گئے

پلٹ کے دور پھر آیا وہ جاہلیت کا
ملوکیت کے مشاغل کا ذوق عام ہوا
رباب و چنگ شراب و کباب و رقص و غنا
غرور، ظلم، ستم، جھوٹ، چھل، فریب، دغا

(۴۱) یہی تھا مال حکومت کے کارخانے میں
اِسی کا نام تھا اسلام اُس زمانے میں

اُٹھا جو اِک ہوسِ اقتدار کا طوفاں
ملوکیت نے کیا ظلم و جور کا ساماں
سوادِ شام پہ چھایا عداوتوں کا دھواں
سیاہ ہوگئی جس سے فضائے امن و اماں
(۴۲) وہ آگ بھڑکی جو گلشن کو بھی جلانے لگی
وہ شعلے اُٹھے مدینہ تک آنچ آنے لگی

مقامِ صبر میں باوصفِ زورِ قلعہ شکن
خدا کے شیر نے بندھوائی تھی گلے میں رسن
نظر میں تھا جو پیمبرؐ کا صلح کوش چلن
انہیں کے حلم کی تصویر بن گئے تھے حسنؑ
(۴۳) حسنؑ کے بعد پیمبرؐ کے جانشیں تھے حسینؑ
نبیؐ تو ان سے تھے، گو خود نبیؐ نہیں تھے حسینؑ

حسینؑ بعدِ حسن وارثِ اب و جد تھے
حسینؑ مالکِ اوصافِ جدِّ امجد تھے
حسینؑ حق کی حمایت میں بالکل احمد تھے
حسینؑ دہر میں اُس دور کے محمدؐ تھے
(۴۴) نبیؐ کی قوتِ بازو کے آمانے کو
حسینؑ ہی کی ضرورت تھی اب زمانے کو

حسینؑ دیکھتے تھے دس برس سے یہ منظر
ملوکیت نے خریدا ضمیرِ اہلِ ہنر
تھی مالِ مفت پہ ہر وقت مفتیوں کی نظر
امیرِ شام کے پنجے میں سب تھے شام و سحر

(۴۵) حسینؑ چپ تھے کہ صلحِ حسنؑ کی لاج رہے
دلوں پہ عظمتِ آلِ نبیؐ کا راج رہے

معاشرے کی کُل اقدار پر زوال آیا
یہ چپ رہے تو بہت دشمنوں کو حال آیا
مگر یزیدؔ لعنہ کی بیعت کا جب سوال آیا
خدا کے شیر کے اس شیر کو جلال آیا

(۴۶) حسینؑ جراتِ باطل شکار لے کے اُٹھے
کمر میں تیغِ شہِؑ ذوالفقار لے کے اُٹھے

نبیؐ کا قبر کی منزل سے یہ اشارا ہے
حسینؑ ظلم کے طوفان میں کنارا ہے
مری طرح مرے پیارے کو دین پیارا ہے
حسینؑ ہے تو کب اسلام بے سہارا ہے

(۴۷) وہ دینِ حق کی حفاظت کو ہے تو چین سے ہوں
مرا حسینؑ ہے مجھ سے تو میں حسینؑ سے ہوں

رسولؐ حق کا یہ وارث رسولؐ کا بیٹا
شریکِ کارِ رسالت جو بچپنے ہی سے تھا
نفس نفس تھا امیں مقصدِ رسالت کا
نظر نظر تھا پیامِ نبیؐ کا نظارا

(۴۸) اُٹھا کہ دہر میں حق کا پیام رہ جائے
خدا کا دین محمدؐ کا نام رہ جائے

اُدھر بساطِ سیاست پہ مکر کی چالیں
حسینؑ سے کسی عنوان خود کو منوالیں
نہیں تو حج میں بھی موقع اگر کہیں پالیں
نبیؐ کے لال کو چپکے سے قتل کر ڈالیں

(۴۹) اسی کے ساتھ مسلط تھا احتساب کا خوف
کچھ انتقام کا ڈر تھا کچھ انقلاب کا خوف

بمقتضائے محل جب خموش رہ نہ سکے
اُٹھا کے صدمۂ ترکِ وطن حسینؑ چلے
نبیؐ کے شہر کو چھوڑا خدا کے گھر پہنچے
وہاں بھی دشمنِ جاں حاجیوں کے بھیس میں تھے

(۵۰) بھری تھی آتشِ بغض و حسد جو سینوں میں
بتوں کی طرح تھے خنجر بھی آستینوں میں

حسینؑ حرمتِ کعبہ کے بھی محافظ تھے
نہ تھا انہیں یہ گوارا حرم میں خون بہے
اسی خیال سے حج کو بدل کے عمرہ سے
خدا کے گھر سے چلے اور خدا کی راہ چلے

(۵۱) حسینؑ کے لئے ہجرت خود اِک مصیبت تھی
یہ ترکِ حج تو قیامت پہ اِک قیامت تھی

یہ کارواں جو چلا پھر تلاشِ منزل میں
غمِ فراقِ حرم تھا ہر ایک کے دل میں
اِک اضطراب تھا سب کے قلوبِ بسمل میں
مگر خدا پہ بھروسہ ہر ایک مشکل میں

(۵۲) کفن جو دوش پہ عیسیٰ نصیب لے کے چلے
خود اپنے کاندھوں پہ اپنی صلیب لے کے چلے

حرم سے قافلۂ حق جو کربلا پہنچا
تھا روزِ حشر وہ دن دوسری محرم کا
وہ ساتویں تھی کہ خیموں میں قحطِ آب ہوا
نویں کو لشکرِ اعدا میں طبلِ جنگ بجا

(۵۳) وہ کر چکے تھے ارادے جو ظلم ڈھانے کے
بہانے ڈھونڈ رہے تھے لہو بہانے کے

حسینؑ کا تھا یہ وعدہ خدائے بر حق سے
کہ سر بلندیِ اقدارِ دینِ حق کے لئے
رسولِ حق کی نیابت میں اپنی جاں دے کے
نبیؐ کے مقصدِ عالی کو عام کردیں گے

(۵۴) تھے عزم و صبر کا پیکر رہِ وفا میں حسینؑ
رسولؐ مکہ میں جو تھے وہ کربلا میں حسینؑ

وہاں معینِ رسالتؐ تھے حیدرِؑ صفدر
یہاں تھے حضرتِ عباسؑ ناصرِ سرور
وہاں تھیں فاطمہ زہراؑ رسولؐ کی دختر
یہاں تھیں زینبؑ علیا حسینؑ کی خواہر

(۵۵) وہاں بھی صبر سے تھا امتحاں وفاؤں کا
یہاں بھی صبر سے تھا امتحاں وفاؤں کا

نویں کو فوجِ عدو میں جو طبلِ جنگ بجا
امامِ حق نے بشانِ رسولؐ ہر دوسرا
عدوئے امن و اماں کو پیامِ امن دیا
کچھ اس طرح کے بس انکار اُس سے بن نہ پڑا

(۵۶) جنونِ حرب پہ یوں خاک ڈال دی شہؑ نے
وہ ایک شب کو سہی جنگ ٹال دی شہؑ نے

حسینؑ آج یہ شورش نہ ٹالتے کیونکر
انہیں تو علم تھا دسویں ہے وعدۂ محضر
یہ فکر بھی تھی عبادت میں ہو یہ رات بسر
یہ انتظار بھی تھا حُرؔ اُدھر سے آئے اِدھر

(۵۷) ملازم اُس کا جو مظلوم پر فدا ہو جائے
تو حق کدھر ہے، یہ دنیا پر آئینا ہو جائے

ادائے کارِ رسالتؐ تھا آپؑ کا مقصود
نگاہ میں متعین تھے سب عمل کے حدود
تھا اتباعِ نبیؐ میں قیام ہو کہ قعود
انہیں کے کام سے تھا دشتِ کربلا میں ورود

(۵۸) خدا کے دیں کی حفاظت کو آئے تھے شبیرؑ
جو کوہِ عزم تھے ایسوں کو لائے تھے شبیرؑ

کہاں امامِ تعقل، کہاں یزیدؔ غبی
کہاں یہ صبحِ تجلی کہاں وہ تیرہ شبی
یہ نورِ علمِ نبوتؐ، وہ جہلِ بولہبی
یہ اوجِ عرشِ سیادت، وہ قعرِ بدنسبی

(۵۹) حسینؑ سبطِ نبیؐ ہیں، وہ کون ہوتا ہے
نہ جانے کس کا نواسہ ہے کس کا پوتا ہے

حسینؑ خلد، وہ نارِ جحیم کا ایندھن
یہ افتخارِ مسیحا، وہ زیست کا دشمن
یہ اہلِ حق کے ولی، وہ امیرِ اہلِ فتن
وراثتاً تھے یہ رہبر، وہ فطرتاً رہزن

(۶۰) ہمیں بیانِ حقیقت میں اب تامّل کیا
امامِؑ وقت سے ابلیسؑ لعنۃ کا تقابل کیا

امینِ مقصدِ ختمی مآب تھے شبیرؑ
وہ آسمان تھے اور آفتاب تھے شبیرؑ
انہیں کے فیض سے یوں فیضیاب تھے شبیرؑ
وہ لاجواب تھے، ان کا جواب تھے شبیرؑ

(۶۱) یہ جاں نثارِ رسالتؐ، یہ جاں نثارِ رسولؐ
حسینؑ چشمِ مشیت میں اعتبارِ رسولؐ

حسینؑ کارِ رسالتؐ میں ہر طرح شامل
حسینؑ ازل سے نبوت کی طینتِ فاضل
نظر میں "یَتۡلُوۡ عَلَیۡهِمۡ" کی اوّلیں منزل
عمل کی حد میں سمٹ کر بنی حسینؑ کا دل

(۶۲) رسولؐ کی تھی زباں اور تلاوتِ آیات
حسینؑ کا تھا عمل اور شہادتِ آیات

رسولؐ قاریِ قرآں بحکمِ ربِّ کریم
حسینؑ معنیِ قرآں، حسینؑ ذبحِ عظیم
تھی شرحِ مصحفِ صامت نبیؐ کی فکرِ سلیم
حسینؑ مصحفِ ناطق کی باعمل تعلیم

(۶۳)
وہ لے کے آئے کتابِ خدا کے پاروں کو
یہ لائے بزمِ شہادت میں چاند تاروں کو

نبیؐ کا قلب تھا آیاتِ حق کی جائے پناہ
اُن آیتوں کی تفاسیر اِن کے پیشِ نگاہ
جو وہ زبان و عمل سے الوہیت کے گواہ
تو اِن کے خوں کی صدا لا الٰہ اِلّا للہ

(۶۴)
امامِ وقت تھے قرآں کے ہمزباں تھے حسینؑ
ہر اِک عمل سے رسالتؐ کے ترجماں تھے حسینؑ

حسینؑ کو جو ملا تھا پیمبرانہ شعور
ہوئے تھے قوم کی اصلاحِ حال پر مامور
منافقوں کی ہدایت جو تھی انہیں منظور
تو لائے مصحفِ ناطق کی آیتوں کو حضور

(۶۵)
جواب جن کا نہ آیا کتابِ یزداں میں
وہ آیتیں تھیں بہتر اس ایک قرآں میں

حبیبؑ و مسلمؑ و جونؑ و ہلالؑ بھی آیت
حسنؑ کا چاند بھی زینبؑ کے لال بھی آیت
شبیہِ ختمِ رُسُل کا جمال بھی آیت
علیؑ کے شیر کا جاہ و جلال بھی آیت

(۶۶) یہ سب ذوات یہ سارے صفات یک جاں تھے
الگ الگ تھے یہ آیات، مل کے قرآں تھے

حسینؑ لائے وہ آیاتِ مصحفِ ناطق
ہر ایک جن میں تھی پوری کتاب سے فائق
ہر ایک وزن میں قرآن، قول میں صادق
ہر ایک وہ کہ شہادت کی بزم کے لائق

(۶۷) ہر ایک جلوہ نما آفتاب کی صورت
ہر آیت اپنی جگہ اِک کتاب کی صورت

حسینؑ لائے تو ایک ایک کر کے سب آیات
مگر نہ راہ پہ آئے وہ فطرتی، بدذات
نظر میں زر کی چکاچوند سے تھا دن بھی جو رات
نگاہِ دل سے تھی اوجھل حسینؑ کی ہر بات

(۶۸) نظر کو زر سے گزرنے کا راستہ ہی نہ تھا
وہ چوندھیائی تھیں آنکھیں کہ سوجھتا ہی نہ تھا

ہوئیں تمام جو سب آیتیں صغیر و کبیر
تو شرحِ اولِ "والعصر" بن گیا بے شبیرؑ
نہ باز آئے کسی طرح ظلم سے جو شریر
تو خود دفاع کو میداں میں آ گئے شبیرؑ

(۶۹) یہی عمل ہے، نبیؐ جس پہ صاد کرتے تھے
جو مانتے نہ تھے اُن سے جہاد کرتے تھے

حسینؑ خُلق میں پیغمبرِؐ خدا کی مثال
حسینؑ حلم میں حلمِ حسنؑ کا حُسنِ خیال
حسینؑ صبر میں زہراؑ کی تربیت کا مآل
مگر جلال میں شیرِ خدا کا جاہ و جلال

(۷۰) وفورِ غیظ میں جب تیوریوں پہ بل ڈالے
نظر کی ضرب سے اعدا کے دل کچل ڈالے

زمیں سنبھل، شہِ گردوں رکاب غیظ میں ہے
امینِ حلمِ رسالتمآبؐ غیظ میں ہے
ہوا ہے وقتِ غروب آفتاب غیظ میں ہے
سنبھل، کہ طنطنۂ بوترابؑ غیظ میں ہے

(۷۱) حسینؑ رن میں الٹتے ہیں آستینوں کو
پہاڑ زور سے دابے رہیں زمینوں کو

بڑھی سپاہ وہ قتلِ شۂِ ہدا کے لئے
کھنچی وہ تیغِ امامِ زماں وغا کے لئے
اُٹھی نبیؐ کی مدد کو، چلی خدا کے لئے
کئی ہزار کے دم اِک جھلک دکھا کے لئے

(۷۲)
تھی مضطرب جو چمکنے کو منہ اندھیرے سے
چراغ شام کے بجھنے لگے سویرے سے

ہجومِ عام میں رُخ سے نقاب اُلٹ کے چلی
ادا سے تن کے چلی، شرم سے سمٹ کے چلی
جدھر تھا کفر کا طوفاں، اُدھر ڈپٹ کے چلی
جدھر تھا صلب میں ایماں اُدھر سے ہٹ کے چلی

(۷۳)
یہ اصل و نسل کو پہچان کر الجھتی ہے
امامؑ کی ہے یہ تلوار، سب سمجھتی ہے

عدو کو تاکنے میں تیز تھی، نظر جیسے
زمین کاٹتی تھی، شمر کا جگر جیسے
لہو سے سرخ تھی، دشمن کا چاک سر جیسے
بَری تھی رجس سے، قرآں کی سطرا جیسے

(۷۴)
یہ بوترابؑ کی جانبازیوں کا حاصل تھی
یہ جنگ میں حق و باطل کا خطِ فاصل تھی

اس سطر کا صحیح تلفظ 'سطر' ط ساکن کے ساتھ ہے لیکن زبانوں پر عام طور سے اس طرح 'ط' متحرک یا مفتوح رائج ہے اور یہی فصیح ہے۔ اس لئے میں نے یہاں یہ لفظ اسی تلفظ کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ساحر۔

گری جو صاعقۂ قہرِ ایزدی کی طرح
در آئی قلب میں رعبِ محمدیؐ کی طرح
کبھی نیام میں تھی رازِ سرمدی کی طرح
کبھی امامؑ کے پہلو میں مقتدی کی طرح

(۷۵) اسی میں ناطق و صامت کی مدح خوانی ہے
کمر میں تیغ، کہ قرآن میں نشانی ہے

چلا میں آئینہ، تابش میں برق، حُسن میں حور
بلا کی باڑھ، برش بے اماں، بدن بلّور
لپک میں کوندتی بجلی، چمک میں بقعۂ نور
اُٹھے تو شمع کی لَو ہے، گرے تو شعلۂ طور

(۷۶) زباں کُھلی تھی کہ آیت تھی لَــنْ تَــرانـــی کی
سرے تھے چست کہ انگڑائی تھی جوانی کی

یہ پاک صاف ہے قرآن کے ورق کی طرح
لہو میں ڈوب کے گلرنگ ہے شفق کی طرح
عدو کے نام اسے یاد ہیں سبق کی طرح
سروں کو نذر میں لیتی ہے اپنے حق کی طرح

(۷۷) لہو کی چاٹ میں ہر بوند اس کو عیدی ہے
حسد سے کہتی ہیں تیغیں، بڑی ندیدی ہے

یہ ایسی راہ جو ہموار، صاف ستھری، ٹھیک
مگر ہے تیرہ نگاہانِ شام کو تاریک
وہ پُل یہ ہے کہ سقر جس سے ہے بہت نزدیک
مگر ہے آگ سے بھی گرم بال سے باریک

(۷۸) بہت سنبھل کے ہزار احتیاط سے گزرا
نہ بچ کے کوئی عدو اس صراط سے گزرا

قضا جو تیغ تلے لائی دے کے شاباشیں
ملیں عدو کو یہیں ظلم کی یہ پاداشیں
اُنہیں کے دوش پہ دیکھیں انہیں کی جب لاشیں
زمیں پہ پھینک گئی روح جسم کی قاشیں

(۷۹) اُڑائے تیغ نے یوں جسمِ زار کے ٹکڑے
عقاب جیسے اُڑا دے شکار کے ٹکڑے

گھٹن تھی روح کو زندانِ استخواں میں بہت
رہائی کی تھی تڑپ قلبِ مرغِ جاں میں بہت
تھی اس کی قدر دلِ تیغِ بے اماں میں بہت
بنائے روزن و در تب تو اس مکاں میں بہت

(۸۰) فصیلِ جسم میں جب جا بجا درار ہوئی
تو روح تن کا قفس توڑ کر فرار ہوئی

یہ آئی باڑھ پہ تو حشر ہوگیا برپا
گزر گئی یہ جدھر سے ذرا، وہ باغ اجڑا
جہاں میں صرصرِ شمشیر سے تھا حشر بپا
تھے ذوالفقار کے جھکّو کہ ایک سیلِ فنا

(۸۱) نہال تن سے ثمر سر کے ٹپکے پڑتے تھے
ہوا تھی زور کی، آندھی میں آم جھڑتے تھے

یہ ذوالفقار شہِؑ ذوالفقار ایک طرف
وہ اسپ وارثِ دُلدل سوار ایک طرف
یہ اِس کا حُسن یہ اس کا سنگار ایک طرف
وہ اس کا غیظ وہ ٹاپوں کی مار ایک طرف

(۸۲) یہ سنسنا کے چلی اور گزر گئی سر سے
وہ کرّوفر سے بڑھا اور اُڑ گیا فر سے

یہ رن میں آتا ہے اُڑتا ہوا، خبر کی طرح
عدو کے غول پہ جاتا ہے، شیرِ نر کی طرح
یہ کام نعل سے لیتا ہے جب تبر کی طرح
پہاڑ توڑتا ہے دشمنوں کے سر کی طرح

(۸۳) غضب میں آکے جو دانتوں کو کڑکڑاتا ہے
ملک بھی خوف سے اُڑتے میں لڑکھڑاتا ہے

اگر چھلانگ لگائے تو چاند کو چھولے
جو دل میں آئے سرِ شاخ کہکشاں جھولے
وہ دم کے ابلقِ ایام کا بھی دم پھولے
وہ رم کے آہوئے تخئیل چوکڑی بھولے

(۸۴) خرام دیکھ کے مستوں کو ہوش آجائے
اُڑان دیکھ کے رف رف کو جوش آجائے

عجب نہیں کہ جو اس نے یہ دل میں ہو سوچا
میں آدمی سے بھی بہتر ہوں، اسپ ہوں تو کیا
بشر بھی پست ہیں کتنے ہی، جانور کیسا
خدا نے میرے سوا کس کو یہ شرف بخشا

(۸۵) یہ خاص رحمتِ پروردگار کیا کہنا
سوارِ دوشِ نبیؐ ہے سوار کیا کہنا

ہے چار دانگ میں شہرہ جو اسپ کا گھر گھر
ہے نقش تیغ کا روح الامیںؑ کے شہپر پر
ادھر امامؑ کے مرکب کی چال وہ فر فر
ادھر یہ دامنِ شمشیر کی ہوا صر صر

(۸۶) بساطِ ارض کہیں کی کہیں نہ اُڑ جائے
ان آندھیوں میں لرز کر زمیں نہ اُڑ جائے

یہ اسپ و تیغ کہ جن کی روش سے شہؑ بشاش
وہ جن کی چال سے ہو آندھیوں کو بھی پرخاش
وہ جن کی تیز روی پر کہے براق "اے کاش"
تو ان کے ساتھ ہے میداں میں، اے قلم شاباش

(۸۷) یہ ہمسری بہ حدِ ارتباط اچھی ہے
ذرا سا بچ کے مگر، احتیاط اچھی ہے
یہ رن میں فاتحِ خیبرؑ کے لالؑ کے حملے
رسولؐ سیرت و حیدرؑ خصال کے حملے
جلال میں اسدِ ذوالجلال کے حملے
یہ بھوک پیاس میں ایسے کمال کے حملے

(۸۸) حسینؑ تیغ جو کر کے بلند بڑھتے ہیں
لرز لرز کے فرشتے درود پڑھتے ہیں
کیے حسینؑ نے حملے جو مثلِ شیرِ خدا
اٹھی زمین و زماں سے، علیؑ علیؑ کی صدا
مگر جنودِ شقی میں ہوا وہ حشر بپا
کسی کے لب پہ تھیں آہیں کسی کے لب پہ بُکا

(۸۹) وہ الامان کا شور اب سنائی دیتا تھا
کہ حشر و نشر کا منظر دکھائی دیتا تھا

ادھر بلند ہوئی الامان کی آواز
ادھر حسین نے مقتل سے کچھ سنی آواز
کبھی کلیجے سے اکبرؑ کے اِک اُٹھی آواز
کبھی تبسمِ اصغرؑ کو مل گئی آواز

(۹۰)
ادھر حسینؑ رُکے شکرِ کبریا کے لئے
ادھر ملک بھی پکارا کہ بس خدا کے لئے

سنی ملک کی صدا جب حسینِؑ بیکس نے
تو ہاتھ روک کے دیکھا فلک کو حسرت سے
سپاہِ ظلم کی فریاد سے تڑپ اُٹھے
رضائے حق بھی یہی تھی تو جنگ کیوں کرتے

(۹۱)
نبیؐ کے لال کو غارت گری سے کام نہ تھا
فقط جہاد دفاعی تھا قتلِ عام نہ تھا

پھر اب تو تزکیۂ نفس کی ہوئی باری
عجیب شان سے کی شہؑ نے اس کی تیاری
خوشی سے کرتے ہیں زخموں کی ناز برداری
ہر ایک زخم کے چشمے سے خون ہے جاری

(۹۲)
یہ خونِ پاک طہارت کی آبرو ہوگا
اسی سے بہرِ "یُـــزَکِّیھِـــمْ" اب وضو ہوگا

اسی کی دھار تو بے شیرؑ کے گلے سے اُٹھی
یہی تو گوشِ سکینہؑ سے بھی بہے گا ابھی
بتادو اس کو جو تاریخ کی اُڑائے ہنسی
اسی سے ہے رُخِ باطل پہ ظلم کی سُرخی

(۹۳) دکھا دو خون بھری فوج کی جبینوں کو
نہ دامنوں کو کھنگالو نہ آستینوں کو

اسی لہو کی ہر اِک بوند طاہر و اطہر
اسی لہو کی ہر اِک دھار موجۂ کوثر
اسی لہو کی ضمانت میں دینِ پیغمبرؐ
اسی لہو کی حفاظت میں کلمۂ داور

(۹۴) اسی لہو کی حرارت نے شر کو خاک کیا
اسی لہو کی طہارت نے حُر کو پاک کیا

ہوا بفضلِ خدا تزکیہ کا فرض تمام
خدا کے سجدے میں سر کو جھکا چکے ہیں امامؑ
زباں پہ شکر ہے اللہ کا، گلے پہ حسام
دیا ہے کارِ رسالتؐ کو کس طرح انجام

(۹۵) اُٹھا کے سجدے سے نوکِ سناں پہ سر اپنا
حسینؑ کرتے ہیں طے سر سے اب سفر اپنا

سرِ حسینؑ سناں پر کہ طور پر ہیں کلیمؑ
سناں ہے رحل، سرِ شہؑ کتابِ ذبحِ عظیم
یہ جانِ نفسِ نبیؐ، وارثِ رسولؐ کریم
فرازِ نیزہ کے منبر سے دیتا ہے تعلیم
(۹۶) یہاں بھی کارِ رسالتمآبؐ جاری ہے
گلے سے خون، زباں پر کتاب جاری ہے

سرِ سناں سے یہ سبطِ نبیؐ کا درس کتاب
ہے اصل مقصدِ ختمِ رُسلؐ کا لب لباب
یہی تلاوتِ آیات کا مکمل باب
اسی میں تزکیہ نفس کے ہیں کُل اسباب
(۹۷) سرِ سناں سے جو مولاؑ خطاب کرتے تھے
ادائے فرضِ رسالتمآبؐ کرتے تھے

یہ بعدِ قتل سناں پر تلاوتِ آیات
بنی "یُعَلِّمُھُمْ" کا کھلا ہوا اثبات
مگر یہ اتنی بڑی بات اور بس اتنی سی بات!
یہ درسِ علم تو کارِ حسینؑ تھا دن رات
(۹۸) یہ نوکِ نیزہ پہ قرآں کی جو تلاوت تھی
عجیب درد بھری یہ بھی شانِ حکمت تھی

دراصل لٹ کے چلے تھے جو کربلا سے حرم
اسیرِ پنجۂ جور و جفا و ظلم و ستم
غریب و فاقہ کش و تشنہ کام و کشتۂ غم
لبوں پہ آہِ جگر سوز، دل پہ داغِ الم
(۹۹) نہ کوئی زادِ سفر تھا نہ آب و دانہ تھا
خدا کی راہ میں یہ قافلہ روانہ تھا

تھا سب سے آگے حسینؑ جگر فگار کا سر
ادب سے پیچھے تھا عباسؑ نامدار کا سر
جلو میں اکبرؑ و قاسمؑ سے گلعذار کا سر
سناں کی نوک پہ ننھا سا شیر خوار کا سر
(۱۰۰) جنھوں نے سر نہ جھکایا تھا، سر اٹھا کے چلے
شہید اپنے سروں کو علم بنا کے چلے

تھا ان سروں کے عقب میں وہ کارواں سالار
جو غم نصیب، ستم آشنا، جگر افگار
نحیف و خستہ تن و زار و لاغر و بیمار
گلے میں طوقِ گراں، ہاتھ میں شتر کی مہار
(۱۰۱) جو پاؤں وزن سے زنجیر کے اٹھا نہ سکے
حیا کے مارے کسی سے نظر ملا نہ سکے

عقب میں اس کے کئی بے کجاوہ اونٹوں پر
اسیر و بے کس و ناچار آلِ پیغمبرؐ
وہ بے ردا سرِ کلثومؑ و زینبؑ مضطر
نہ محمل اور نہ عماری نہ مقنع و چادر

(۱۰۲) وفورِ شرم سے سب گردنیں جھکائے ہوئے
ہجومِ عام میں بالوں سے منہ چھپائے ہوئے

اِدھر وہ راہ میں ہر سمت آئینہ بندی
وہ سیربینِ عرب و رومی و سمرقندی
غریقِ بادہ و مستِ مئے ظفر مندی
خیال زشت، نظر پست، ذہنیت گندی

(۱۰۳) کچلتے روندتے انسانیت کے لاشے کو
ضمیر بیچ کے آئے تھے اس تماشے کو

اِدھر نقیب کا نعرہ کہ اے مسلمانو
امیرِ شام کی طاقت جو دیکھنا چاہو
گھروں کو چھوڑ کے بازار میں چلے آؤ
ہجومِ عام میں زینبؑ کو بے ردا دیکھو

(۱۰۴) زہے نصیب کہ زہراؑ کی بیٹیاں آئیں
کھلے سر آج نبیؐ کی نواسیاں آئیں

صدا یہ سن کے اسیروں پہ بجلیاں جو گریں
رسولؐ زادیاں غیرت سے تھیں ملول و حزیں
تڑپ تڑپ کے یہ زینبؑ دعائیں کرتی تھیں
الٰہی موت ہی آجائے بیکسوں کو کہیں

(۱۰۵) کہاں سے لائے ردا بے وطن کدھر جائے
کرے بھی کیا وہ بہن جس کا بھائی مرجائے

بہن کی سُن کے یہ فریاد، اِک صدا آئی
رہِ خدا میں ہے عزوشرف یہ رسوائی
مری بہن، مری ہمشیر، میری ماںجائی
نثار ہو تری بیچارگی پہ یہ بھائی

(۱۰۶) خوشی سے تو نے ہر اِک جا اٹھائے غم زینبؑ
اب اس جگہ ترا پردہ رکھیں گے ہم زینبؑ

یہ کہہ کے ہوتا تھا مصروف درسِ حکمت میں
سرِ سناں پہ سرِ شاہِ دیں تلاوت میں
نبی کی آلؑ کو نا محرموں کی کثرت میں
نہ دیکھ سکتے تھے بے پردگی کی حالت میں

(۱۰۷) نبیؐ کے لالؑ تھے، غیرت دو چند رکھتے تھے
حسینؑ نیزے پہ آنکھوں کو بند رکھتے تھے

یہ فرقِ سبطِ پیمبرؐ کا معجزہ تھا عجب
سرِ بریدہ کو سنتے تھے بولتے ہوئے جب
سمٹ کے اس طرف آجاتے تھے وہ سب کے سب
نگاہ اٹھتی نہ تھی ایک بھی سوئے زینبؑ
(۱۰۸) سنا کے کہف کا سورہ کتابِ یزداں سے
چھپاتے تھے رُخِ عترتؑ نقابِ قرآں سے

تھے سارے مرد سرِ شہؑ کے آس پاس مگر
زنانِ کوفہ جو تھیں محوِ سیر کوٹھوں پر
وہ کررہی تھیں بہم گفتگو یہ ہنس ہنس کر
یہ فاطمہؑ کی بہو بیٹیاں ہیں ننگے سر
(۱۰۹) کہاں یہ ظلم و ستم جھیلنے کی عادی تھیں
علیؑ کے وقت میں کوفے کی شاہزادی تھیں

بس اب تمام ہو ساحرؔ بیانِ قصۂ غم
حسینؑ کی وہ مصیبت وہ بیکسیِ حرم
نبیؐ کے لعل نے سہہ کر ہزار ظلم و ستم
ادا کیا ہے نیابت کا حق خدا کی قسم
(۱۱۰) جو تھا رسولؐ کے ذمے وہ کام کر کے چلے
ہر اِک یزیدِؔ لعنۃ کا جینا حرام کر کے چلے

یہ بند اگر پسندِ خدا و رسولؐ ہوں
باغِ سخن میں نخلِ فصاحت کے پھول ہوں
ہر چند اُن کی شان کے شایاں نہیں مگر
مقبولِ بارگاہِ جنابِ بتولؑ سلام اللہ علیہا ہوں

مرثیہ۔۲

الزہرا صلوات اللہ علیہا

ہاں اے قلم نگارشِ مدحِ بتولؑ ہے
محنت سے کر رقم کہ رقم سب وصول ہے
مقبول ہو تو اجرِ رسالت قبول ہے
ایک ایک حرف باغِ مودّت کا پھول ہے
(۱) اس پھول سے ریاضِ ولا کی بہار ہے
ہر پنکھڑی پہ فکر کی جنت نثار ہے

اے باغبانِ خلدِ تخیل، مری بھی سُن
ہے آج نذرِ بنتِ پیمبرؐ کی مجھ کو دُھن
ہیں تحفل بحدِ "کُن" کی زباں پر بھی جن کے گُن
تو بھی انہیں کے واسطے دو چار پھول چن
(۲) حوریں پکار اُٹھیں، یہ ہیں زہراؑ پسند پھول
دامن میں ڈال دے مرے مالی وہ چند پھول

گلدستۂ ثنا میں سجادے وہ آج پھول
تقدیس کی فضا میں تقدس مزاج پھول
لیں گلشنِ بہشت سے اپنا خراج پھول
بن جائیں فرقِ گلشنِ مدحت کا تاج پھول

(۳)
اُٹھ اُٹھ کے جن کو اہلِ زمیں دیکھنے لگیں
جھک جھک کے جن کو عرش نشیں دیکھنے لگیں

عصمت کے پھول، طاعت و صبر و رضا کے پھول
ایثار و اعتماد و خلوص و وفا کے پھول
دستِ عطا میں کھلتے ہوئے ہل اتیٰ کے پھول
قرآں صفت مہکتے ہوئے اِنّما کے پھول

(۴)
رشتہ نہیں انہیں کوئی دنیائے زشت سے
آئے ہیں مثلِ وحی اُتر کر بہشت سے

پھولوں میں پھول گلشنِ دینِ خدا کے پھول
کرتی ہے جن پہ فکر نچھاور ثنا کے پھول
ان میں بھی منتخب چمنِ مصطفیٰؐ کے پھول
خود جن کو چن لیا ہے خدا نے بنا کے پھول

(۵)
ایک ایک ان میں وہ گلِ یکتا کہیں جسے
ان میں بھی انتخاب کہ زہراؑ کہیں جسے

میری زباں پہ نامِ خدا آگیا وہ نام
جس پر درود بھیجیں فرشتے، خدا سلام
وہ جس کا چشمِ فکر پہ لازم ہے احترام
رویت کا ذکر کیا کہ تصور بھی ہے حرام

(۶) مخفی ارادۂ دلِ آگاہ کی طرح
پنہاں نگاہِ غیر سے اللہ کی طرح

پردے میں جو ہے اس کی ثنا کیا کرے کوئی
پردے بھی وہ جو پانچ طرح کے خفی، جلی
تطہیر کا لباس تو چادر جلال کی
عصمت نقاب، برقعٔ نورِ محمدی

(۷) قرآن فرقِ پاک پہ سایہ کئے ہوئے
مل جل کے سب یہ آپؐ کا پردہ کئے ہوئے

اتنے ہیں جب حجاب تو کیونکر ثنا کروں
رویت کا وہم بھی جو کروں تو خطا کروں
مولا سوائے آپ کے کس سے دعا کروں
دل مضطرب ہے فکر پریشاں ہے کیا کروں

(۸) حاجت روائے خلق تمھاری دہائی ہے
مشکل کشا یہی دمِ مشکل کشائی ہے

اے قلب مضطرب یہ مہم کیسے سر کروں
اے فکر، ایسی راہ میں کیونکر سفر کروں
اے نطق، کیسے اپنی زباں آج تر کروں
اے کلک، نقطہ نقطہ کو کیونکر گہر کروں

(۹) حیراں تھا میں کہ غیب سے امداد آگئی
اس وقت مجھ کو نادِ علیؑ یاد آگئی

حیَّ علیٰ کہ وقت عبادت کا آگیا
موقع مرے نصیب سے مدحت کا آگیا
اے دل مقام جوشِ عقیدت کا آگیا
ہاں اے زبان وقت طہارت کا آگیا

(۱۰) آؤ کہ پہلے چاکِ عقیدت رفو کریں
آؤ کہ پہلے اشکِ وِلا سے وضو کریں

لے کر خدا کا نام اُٹھائیں پھر اِک قدم
نامِ بتولِؑ پاک ہو قرطاس پر رقم
یہ نام لکھتے وقت ہو کچھ اس طرح سے خم
سجدے سے سر اُٹھا نہ سکے پھر کبھی قلم

(۱۱) لوح و قلم کو جوش میں اِک ساتھ چوم لیں
خوش ہو کے جبرئیلؑ مرے ہاتھ چوم لیں

صلِّ علیٰ کہ مدح کا عنواں ہیں فاطمہؑ
مدّاح کی نجات کا ساماں ہیں فاطمہؑ
انجیل میں بھی مریمِ دوراں ہیں فاطمہؑ
توریت ہیں، زبور ہیں، قرآں ہیں، فاطمہؑ

(۱۲)
لفظ و بیاں کو معرفت ان کی ذرا نہیں
حد ہے فضیلتوں کی کوئی انتہا نہیں

سرنامۂ کتابِ طہارت ہیں فاطمہؑ
قرآن ہیں رسولؐ تو آیت ہیں فاطمہؑ
نسواں میں اہلِ کارِ رسالت ہیں فاطمہؑ
اس باب میں نبیؐ کی ضرورت ہیں فاطمہؑ

(۱۳)
کارِ رسولؐ پردہ نشینوں میں کیا ہوا
یہ آگئیں تو فرضِ رسالت ادا ہوا

دنیا میں اعتبارِ شرافت ہیں فاطمہؑ
عقبیٰ میں آفتابِ شفاعت ہیں فاطمہؑ
اسلام والو، کس کی امانت ہیں فاطمہؑ
کس کے حسب نسب کی ضمانت ہیں فاطمہؑ

(۱۴)
تعظیم دو سبھی کو مگر دیکھ بھال کے
رکھو رسولِ حق کی امانت سنبھال کے

فہمِ بشر سے ارفع و اعلیٰ ہیں فاطمہؑ
قرآن جس کا حل ہے وہ عقدا ہیں فاطمہؑ
القاب کچھ بتائیں گے کیا کیا ہیں فاطمہؑ
مرضیہؑ و رضیہؑ و زہراؑ ہیں فاطمہؑ

(۱۵) اِک ایک نام آپ کی عظمت کا راز ہے
ایک اِک لقب قصیدۂ مدحت طراز ہے

زہراؑ کتابِ صبر کی سورۃ کا نام ہے
زہراؑ تمام درد کی دولت کا نام ہے
زہراؑ شریکِ کارِ رسالت کا نام ہے
زہراؑ مباہلہ کی صداقت کا نام ہے

(۱۶) کوثر نے جن کی گود سے تفسیر پائی ہے
جن کی ردا میں آیتِ تطہیر آئی ہے

جو صدرِ بزمِ اہلِ کساء ہو، وہ فاطمہؑ
قرآن کی فضا میں پلی جو، وہ فاطمہؑ
تعظیم دیں رسولؐ بھی جس کو، وہ فاطمہؑ
جس کے پسر امامؑ ہوں دو دو، وہ فاطمہؑ

(۱۷) خیرالبشرؐ پدر تو یہ خیرالنساؑ ہوئیں
تب مرکزِ تعارفِ اہلِ کساء ہوئیں

ہو کر نبیؐ جو باپ نے تعظیم ان کو دی
اس میں رموز ہوں گے بہت سے خفی جلی
عزت بھی اس سے عالمِ نسواں کی بڑھ گئی
اور منزلت بھی آپ کی کچھ اس طرح کی تھی

(۱۸) تعظیم کو جو اس کی نہ اُٹھیں تو کیا کریں
جس کو رسولؐ اُمِّ ابیہاؑ کہا کریں

دنیا میں آئیں جب تو یہ تحفہ نیا ملا
لحنِ محمدیؐ میں اذاں کا مزا ملا
آغوشِ تربیت سے خدا کا پتا ملا
جھولے کا پینگ منزلِ عرفاں سے جا ملا

(۱۹) جو بات کی مفسّرِ آیات ہوگئی
تسبیح ان کی جزوِ عبادات ہوگئی

ارثِ خلیلؑ میں دلِ حق آشنا ملا
شوقِ سجود و جذبۂ عشقِ خدا ملا
مادر سے حُسنِ سیرت و حُسنِ وفا ملا
ذوقِ سخا، سلیقۂ صبر و رضا ملا

(۲۰) حق کے نبیؐ سے عظمتِ کردار مل گئی
شیرِ خدا سے جراتِ گفتار مل گئی

خسر اِن کا وہ جو مصدرِ ایمانِ کُل ہوا
ماں وہ کہ رشکِ مریمؑ و سارہؑ و آسیہؑ
خود ان کی بیٹیاں دُرِ شہوارِ ہل اتیٰ
بیٹے ہیں ایسے جن سے چلی نسلِ مصطفےٰؐ

(۲۱) ایسا پدر کہ تاجِ سرِ انبیاءؑ کہیں
سرتاج وہ کہ جس کو نصیری خدا کہیں

سارہؑ کا مرتبہ ہے بہت ارفع و جلیل
ہیں اِک نبیؑ کی ماں تو ہیں بے مثل و بے مثیل
مریمؑ کا اوج نسبتِ عیسیٰؑ سے بے عدیل
لیکن بتولؑ اپنے فضائل کی خود دلیل

(۲۲) ایسے شرف کہ مریمؑ و سارہؑ کہاں ہوئیں
اِک دو نہیں، یہ گیارہ اماموںؑ کی ماں ہوئیں

فاران ان کے اوجِ فضیلت کا نام ہے
رضوان خادمِ درِ دولت کا نام ہے
اسلام ان کی سیرت و عظمت کا نام ہے
ایمان فاطمہؑ سے مودّت کا نام ہے

(۲۳) اس منزلت کو سوچیے کتنی عظیم ہے
ان کی مودّت اجرِ رسولؐ کریم ہے

زہراؑ بھی ہیں، بتولؑ بھی، گُل بھی چمن بھی ہیں
خوش ہوں تو باعثِ کرمِ ذوالمنن بھی ہیں
ناخوش ہوں تو جبینِ نبیؐ کی شکن بھی ہیں
زوجہ ہیں بُت شکن کی تو خود بُت شکن بھی ہیں

(۴۴) تھے مست وہ یہود جو زر کے خمار سے
بت نخوتوں کے توڑ دیئے انکسار سے

زیور سے زر سے کوئی محبت انہیں نہ تھی
دولت کی اقتدار کی حسرت انہیں نہ تھی
دنیا کے کھیل کود کی فرصت انہیں نہ تھی
ان مشغلوں سے تو کبھی رغبت انہیں نہ تھی

(۴۵) بی بیؑ کو یا خدا کی عبادت سے کام تھا
یا پھر فروغِ کارِ رسالت سے کام تھا

اوروں کی طرح علم سے نفرت انہیں نہیں
غیر از کتاب اور کی چاہت انہیں نہیں
لیکن معلموں کی ضرورت انہیں نہیں
قرآں کے شرح و بسط کی حاجت انہیں نہیں

(۴۶) علم اُس کا ان کے نور سے خود اکتساب ہے
قرآن تو حضورؐ کے گھر کی کتاب ہے

قرآن ان کے مصحفِ مدحت کا نام ہے
قرآن ان پہ حق کی شہادت کا نام ہے
قرآن ان کے علم کی عظمت کا نام ہے
قرآن ان کے گھر کی بلاغت کا نام ہے

(۲۷) شہرت سنی جو اس درِ علم انتساب کی
اتری انہیں کے گھر میں سواری کتاب کی

زہراؑ کی، اس کتاب میں مدح و ثنا بھی ہے
ان کی فضیلتوں کا یہاں تذکرا بھی ہے
تطہیر کی سند کے لئے اِنّما بھی ہے
وصفِ عطا میں منقبتِ ہل اتیٰ بھی ہے

(۲۸) جھٹلائے اب بھی کوئی جو قولِ رسولؐ کو
کافی ہے یہ کتاب ثنائے بتولؑ کو

جو کچھ کہا کتاب نے، بس اس کے ماسوا
اپنی طرف سے فاطمہؑ نے کچھ نہیں کہا
جس جس طرح رسولؐ نے کی آپؑ کی ثنا
سچ کر دکھایا قول ہر اِک وہ رسولؐ کا

(۲۹) گفتار سے کتاب کی توثیق کر گئیں
کردار سے رسولؐ کی تصدیق کر گئیں

پردہ ہے روئے بنتِ نبیؐ کا حجابِ علم
عصمت کا نور رُخ پہ ہے زیرِ نقابِ علم
بابا ہیں شہرِ علم تو شوہر ہیں بابِ علم
وہ آفتابِ علم ہیں یہ ماہتابِ علم

(۳۰) دونوں کے نورِ علم سے یوں فیضیاب ہیں
بچے کتابِ علم یہ اُم الکتاب ہیں

محنت پہ ان کی، ہاتھ کے چھالے گواہ ہیں
قسمت پہ ان کی گود کے پالے گواہ ہیں
دولت پہ جنتوں کے قبالے گواہ ہیں
غربت پہ گھر کے دیکھنے والے گواہ ہیں

(۳۱) چادر میں لیفِ خرمہ کے پیوند دیکھئے
فاقے سے سو رہے ہیں وہ دلبند، دیکھئے

کردار ساز صاحبِ کردار فاطمہؑ
میزانِ اصل و نسل کا معیار فاطمہؑ
گھر میں رسولؐ کا لبِ گفتار فاطمہؑ
دربار میں کھنچی ہوئی تلوار فاطمہؑ

(۳۲) کیا ڈر تھا فاطمہؑ کو کسی روک ٹوک پر
دنیا کا اقتدار تھا جوتی کی نوک پر

باغِ فدک جو باغیوں کو دم بدم کھلا
انکار اِک حدیث کے سانچے میں اب ڈھلا
بے تیغ کے جہاد کا آیا جو مرحلا
کاظمی سے نکلی تیغِ زباں پھر تو برملا

(۳۳) غاصب کو سرنگوں سرِ دربار کردیا
باطل کو حق سمجھنے سے انکار کردیا

حق کے دفاع کو جو یہ تیغِ زباں چلی
ڈالی صفِ دلائلِ باطل میں کھلبلی
کاٹ اس کی اب ہوئی جو دو عالم پہ منجلی
چلائے صور رکھ کے سرافیل "یا علیؑ"

(۳۴) لرزے جھول تیغِ فصاحت نشان سے
آنے لگی صدائے درود آسمان سے

اللہ رے شانِ خطبۂ بنتِؑ رسولِؐ حق
حرفوں کے دائرے تھے کہ پھولوں کے تھے طبق
نقطے تھے نکتہ بینوں کو قرآن کے ورق
مضموں کے آفتاب میں پھولی ہوئی شفق

(۳۵) خطبہ سنا تو آیۂ حق یاد آگئے
بھولے بھلائے سارے سبق یاد آگئے

سرنامۂ کلام نبی حمدِ کبریا
پھر اس کے بعد زینتِ لب نعتِ مصطفاؐ
اور پھر اسی کے ذیل میں توصیفِ مرتضاؑ
اور پھر حقوقِ آلِ محمدؐ کا تذکرا

(۳۶) حق پر سند حدیثِ رسالت پناہ سے
دعوے پہ ہر دلیل کتاب الہٰ سے

پہلے پہل وہ گھر سے نکلنا بتولؑ کا
ٹوٹا ہوا وہ دل، وہ مصیبت کا سامنا
وہ سوزِ غم، وہ درد میں ڈوبی ہوئی صدا
لہجے کا وہ گداز، خطابت کی وہ ادا

(۳۷) سن کر خطاب بنتِ رسالتمآبؐ کا
رقت سے حال غیر ہوا شیخ و شاب کا

آنسو بہا رہے تھے صحابہ تو سر بسر
لیکن ہوا نہ اہلِ حکومت پہ کچھ اثر
صدیقۂ نبیؐ تھی بہر طور معتبر
شاہد تھے عادلین، محمدؐ کے دو پسر

(۳۸) جن کی صداقتوں پہ رسالت گواہ ہے
اور پھر مباہلے کی بھی آیت گواہ ہے

بڑھ بڑھ کے بولتے تھے جو حجت کے درمیاں
ہر اِک دلیل کاٹ گئی ان کی بھی زباں
بنتِ نبیؐ نے، تھیں جو محمدؐ کی ترجماں
رکھ دیں اڑا کے شوکتِ باطل کی دھجیاں

(۳۹) لفظوں میں آگ بھر کے دلِ بیقرار کی
فقروں کو آب دی برشِ ذوالفقار کی

دعویٰ فقط تھا جرأتِ اظہار کا سبق
باطل کو حق سمجھنے سے انکار کا سبق
قدرت کی حد میں ظلم سے پیکار کا سبق
توقیرِ نفس و عظمتِ کردار کا سبق

(۴۰) زہراؑ کو کب غرض تھی کسی باغ واغ سے
دراصل اِک چراغ مقابل تھا داغ سے

دستِ طلب دراز کریں، اور فاطمہؑ!
مالک ہیں دو جہاں کی بہر طور فاطمہؑ
اِک باغ پر کریں گی بھلا غور فاطمہؑ
جنت منگالیں چاہیں تو فی الفور فاطمہؑ

(۴۱) غلماں کو جن کے گھر کی غلامی پہ ناز ہے
حوروں کو جن کے در کی سلامی پہ ناز ہے

وہ جس کے نونہال کا جھولا ملک جھلائے
رضوان جس کے قول پہ خلعت جناں سے لائے
خدمت کو جس کی عرش سے خود جبرئیلؑ آئے
جس کو سلام کر کے نبیؐ عظمتیں بڑھائے
(۴۲) اس کے شرف سے عظمتِ نسواں عیاں ہوئی
اس کے قدم تلے کی زمیں آسماں ہوئی

آغوش تھی کہ مدرسۂ علم و آگہی
تعلیم و تربیت تھی کہ اِک رازِ حق رہی
لوری بھی دی تو حمدِ خدا و رسولؐ کی
بچوں کو یوں سکھادیئے آدابِ زندگی
(۴۳) کلثومؑ کو جو نازِ جد و اَب بنادیا
زینبؑ کو اپنی شان کی زینتؑ بنادیا

پیہم جو تھا ہوائے مخالف کا سامنا
بیٹوں کی تربیت کا تھا انداز دوسرا
دیتی رہیں سبق اسی بنیاد پہ سدا
غیرت، اصول، عظمتِ حق، دینِ مصطفاؐ
(۴۴) ثابت کریں یہ آنکھوں کے تارے بتولؑ کے
عزت کی موت مرتے ہیں پیارے رسولؐ کے

پالا حسنؑ کو صلح کی گودی میں سر بسر
خلقِ حسنؑ کا جامہ پنہایا بکروفر
صلحِ حدیبیہ کی فضیلت نکھار کر
دہرائی جُہدِ امن کی تاریخِ معتبر

(۴۵)
تصویرِ فطرتِ پدرِ صلح کیش کی
بیٹے کے سامنے بڑی چاہت سے پیش کی

خُلق ان کا اعتبار کی سرحد بنادیا
ابرو کے خم کو آبرو کا مد بنادیا
حلم ان کا افتخارِ اب و جد بنادیا
یکسر بڑے پسر کو محمدؐ بنادیا

(۴۶)
یہ حلم و خلق لے کے حسنؑ جب بڑے ہوئے
سیلِ ستم کے سامنے جم کر کھڑے ہوئے

مظلوم پر زمانے نے کیا کیا نہ ظلم ڈھائے
صابر نے کیسے صبر سے کتنے ستم اُٹھائے
منبر سے سب و شتم ہو مولا علیؑ پہ ہائے
یہ باپ کا فدائی سنے اور سر جھکائے

(۴۷)
اعدا بھی کہہ اُٹھے یہ ملک ہیں بشر نہیں
انساں تو کیا پہاڑ کا بھی یہ جگر نہیں

یہ حلم کا شکوہ کوئی بزدلی نہ تھا
تعلیمِ فاطمہؑ کا تھا ادنیٰ یہ معجزا
صفین اور جمل میں بصد شانِ مرتضیٰؑ
دیکھا تھا سب نے ان کی شجاعت کا ماجرا

(۴۸) فطرت میں باپ سے کہیں بیٹا جدا ہوا
شیرِ خدا کا شیر بھی شیرِ خدا ہوا

صفین میں حسنؑ کی شجاعت کی وہ ادا
خیبر شکن کے دل سے نکلتی تھی واہ وا
تیور وہی علیؑ کے وہی عزم و حوصلا
جیسے حسنؑ کے بھیس میں تھے شاہِ لافتیٰ

(۴۹) بہتوں سے گو کہ آپ نے زور آزمائی کی
خیبر کو ڈھونڈتی رہی طاقت کلائی کی

صفین میں صفوں کی صفائی انہیں نے کی
دشمن کو اس کی جان پرائی انہیں نے کی
جنگِ جمل میں عقدہ کشائی انہیں نے کی
ناقے کے پشت و پا میں جدائی انہیں نے کی

(۵۰) تنہا لئے سپاہ کا دم خم یہی تو ہیں
جنگِ جمل کے فاتحِ اعظم یہی تو ہیں

مثلِ حسنؑ حسینؑ کو دی تربیت، مگر
تھا اس کا اور طور، طریقہ ہی تھا دگر
منزل تھی ایک، بدلی ہوئی تھی رہِ سفر
صبر و جلال دونوں بہم اس میں جلوہ گر
(۵۱) قصے سنا کے خیبر و بدر و حنین کے
بچپن ہی سے بدل دیئے تیور حسینؑ کے

اللہ رے یہ بانوئے شیرِ خدا کا دل
محضر کو پڑھ چکی تھیں کہ ہے سخت جاں گسل
منظر تھے کربلا کے نگاہوں سے متصل
پھر بھی وفائے عہد کی اِک سعی مستقل
(۵۲) ماں ہو کے شوقِ مرگ میں ڈھالا حسینؑ کو
خود کربلا کے واسطے پالا حسینؑ کو

انداز تربیت کا رہا عمر بھر یہی
جنگِ نبیؐ کبھی تو کبھی ضربتِ علیؑ
منظر کشی وہ شان سے کی ہر جدال کی
لفظ و بیاں سے جنگ کی تصویر کھینچ دی
(۵۳) زورِ سخن سے وقت کے پردے اُٹھا دیئے
آنکھوں سے حرب و ضرب کے منظر دکھا دیئے

وہ جنگِ بدر و جنگ احد کے مجاہدے
جنگِ حنین و خندق و خیبر کے معرکے
لا سیف و لافتیٰ کے فضا میں وہ زمزمے
تا چرخ ذوالفقار کے جھنڈے گڑے ہوئے

(۵۴) ہر رن میں ہر مقام پہ حق کے ولی علیؑ
ہر جنگ ہر وغا کی صدائیں علیؑ علیؑ

دیکھو احد میں کفر سے پیکار دین کی
وہ مال و زر پہ ٹوٹ پڑے سارے لالچی
دیکھو وہ فوجِ کفر پلٹ کر پھر آگئی
دیکھو اُدھر پہاڑ پہ بھگدر مچی ہوئی

(۵۵) دیکھو تمھارے نانا کا سب ہاتھ چھوڑ کے
ساتھی جو تھے وہ بھاگ گئے ساتھ چھوڑ کے

دیکھو شہید ہوگئے حمزہؑ جگر فگار
دیکھو جگر چباتی ہے ہندہ ستم شعار
دیکھو علیؑ کو، کرتے ہیں بڑھ بڑھ کے کیسے وار
دیکھو وہ فتحیاب ہوئے شاہِ ذوالفقار

(۵۶) ڈنکا بجا وہ جرأت دلدل سوار کا
حق سے لقب ملا اسدِ کردگار کا

خیبر میں لو وہ تیغِ علیؑ کوند کر چلی
اب جو چلی ہے ناز و ادا سے وہ منچلی
یا بوترابؑ کہہ کے زمیں اِک طرف ٹلی
دوڑے پکار کے ملک الموت، "یا علیؑ"

(۵۷) فوجوں نے ڈر کے راستے میں سر بچھادیئے
جبریلؑ نے زمین پہ شہپر بچھا دیئے

پیہم سنا سنا کے دلیروں کی داستاں
ہے مطمئن حسینؑ کی یہ بے مثال ماں
لو ہوگیا حسینؑ کا ذوقِ عمل جواں
یہ اب یزیدیت کی اُڑادیں گے دھجیاں

(۵۸) اب ہوں گی سرخرو میں رسولِؐ حنین سے
اب کربلا نہائے گی خونِ حسینؑ سے

اللہ رے صبر بنتِ شہنشاہِ دو جہاں
تحریر کرسکے یہ قلم میں سکت کہاں
عاجز ہیں، پرشکستہ ہیں کیا وہم کیا گماں
حد ہو کوئی تو ہو بھی حدِ صبر کا بیاں

(۵۹) جس کے دھڑکتے دل کی اِک آواز ہے حسینؑ
اس کے کمالِ صبر کا اعجاز ہے حسینؑ

اس صابرہؑ پہ آج مصیبت کا وقت ہے
اس قلبِ غم زدہ پہ اِک آفت کا وقت ہے
بنتِ شہِ اممؐ پہ قیامت کا وقت ہے
یعنی رسولؐ پاک کی رحلت کا وقت ہے

(۶۰) دنیا سے اب ہے کوچ خدا کے رسولؐ کا
اُٹھنے کو ہے جہاں سے سہارا بتولؑ کا

وہ وقت آگیا کہ رسولؐ فلک مقام
وہ بادشاہِ ارض و سما، رحمتِ تمام
اب ترک کرکے دہر کا یہ عارضی قیام
جاتا ہے بارگاہِ خدا میں بہ احترام

(۶۱) اس پھول کو جو موت نے پامال کردیا
اس غم نے فاطمہؑ کا عجب حال کردیا

دل پہ جو حدِ صبر سے بڑھ کر ملال ہے
بنتِ رسولؐ فرطِ الم سے نڈھال ہے
فرقت میں مصطفےٰؐ کی یہ زہراؑ کا حال ہے
آنسو ہی زخمِ دل کا فقط اندمال ہے

(۶۲) دن رات منہ کو اشکوں سے دھوتی ہیں فاطمہؑ
بیتاب ہو کے باپؐ کو روتی ہیں فاطمہؑ

اُس وقت کا یہ رنگِ سیاست تو دیکھئے
ارباب قوم کی یہ شقاوت تو دیکھئے
بالکل نئی یہ شانِ محبت تو دیکھئے
یہ آلِ مصطفٰےؐ سے عداوت تو دیکھئے

(۶۳) امت کو کس طرح کا تھا یہ غم رسولؐ کا
ایک اِک کو ناگوار تھا گریہ بتولؑ کا
روئی تڑپ تڑپ کے جو وہ غم کی مبتلا
کچھ خاص خاص لوگ تھے جن کو ہوا گلا
شاید یہ خوف تھا کہیں سُن سُن کے یہ بکا
یاد آ نہ جائے آپؐ سے رشتہ رسولؐ کا

(۶۴) الزام شوروشین کا رکھ کر بتولؑ پر
رونا حرام کردیا بنتِ رسولؐ پر
اللہ اپنے باپ کو بیٹی نہ روسکے
نکلے جو دل سے آہ اُسے دل میں روک لے
ٹیسیں اُٹھیں کلیجے میں لیکن نہ اُف کرے
یہ زخم جس نے کھائے ہوں وہ کس طرح جیئے

(۶۵) یہ برچھیاں جو ضبط کی دل میں اُتر گئیں
غم سے کلیجہ پھٹ گیا زہراؑ گزر گئیں

بعد از رسولؐ ظلم کی جس پر ہو انتہا
رو رو کے جان دے دے نہ کیوں غم کی مبتلا
ہوتے ہی بند باپ کی آنکھیں غضب ہوا
سب نے نبیؐ سے آپؐ کا رشتہ بھلا دیا

(۶۶) ان کے خلاف وقت کے سارے یزید لعنہ ہیں
امت کے ظلم کی یہی پہلی شہید ہیں

پہلے تو ظلم یہ کہ نہ بیٹیؑ پدرؐ کو روئے
اشکوں سے رُخ کی گردِ یتیمی کبھی نہ دھوئے
گھٹ گھٹ کے اضطراب میں راتوں کو بھی نہ سوئے
غم کا ہو دل پہ بوجھ تو گھل گھل کے جان کھوئے

(۶۷) دل کی بھڑاس نکلے نہ اشکوں کے روپ میں
بے سایہ ہو یتیم مصائب کی دھوپ میں

اس پر یہ ظلم باپ کا ورثہ نہ پا سکے
کچھ فائدہ نہ باغِ فدک سے اُٹھا سکے
خرموں سے اس کے، بھوک نہ اپنی مٹا سکے
بچوں کو پیٹ بھر کے نہ کھانا کھلا سکے

(۶۸) محرومِ ارث کرکے پیمبرؐ کی آلؑ کو
کس نے حرام کردیا حق کے حلال کو

مرنے سے پہلے اور ستم پر ہوا ستم
جس گھر میں اذن لے کے ملک رکھتے تھے قدم
جس پر سلام کرتے تھے آکر شہؐ اُمم
نمرودیوں نے آگ لگادی اُسے بہم

(۶۹)
جس میں رسولؐ آتے تھے وہ گھر جلادیا
جس در سے نور بٹتا تھا وہ در جلادیا

پھر یہ ستم کہ جلتا ہوا در گرادیا
پیچھے تھی جس کے بنتِ شہنشاہِ دوسراؐ
بی بیؑ گریں زمیں پہ تو پہلو پہ در گرا
ضربت شدید، باپ کا غم، وامصیبتا

(۷۰)
کس عمر میں ستم کا ہدف بے خطا ہوئے
محسنؑ شکم میں تھے کہ شہیدِ جفا ہوئے

اس ضرب سے شکستہ ہوئیں تین پسلیاں
اس پر یہ صبر بنتِ شہنشاہِؐ دو جہاں
اس کی خبر علیؑ کو ہوئی تو، مگر کہاں
میت کو غسل دینے لگے جب شہِ زماںؑ

(۷۱)
دیکھا یہ زخم جب تو نبیؐ کو پکار کے
رویا علیؑ سا شیرِ جری چیخ مار کے

زندہ یہ چند ماہ رہیں بعدِ مصطفاؐ
آخر یہ غم کہاں تک اُٹھاتیں وہ بے نوا
ایسے ستم کہ جن کی نہ حد تھی نہ انتہا
جن کے لئے خود آپ نے کس کرب سے کہا

(۷۲) میری مصیبتیں مرے حالات کی طرح
دن پر پڑیں تو دن ہوں سیاہ رات کی طرح

جس دن ہوئی طلوع قیامت کی یہ سحر
دُکھتے ہوئے دلوں کو مسلسل تھا جس کا ڈر
آئے حسنؑ حسینؑ جو مسجد سے اپنے گھر
دیکھا تو امّاںؑ جان نہ آئیں کہیں نظر

(۷۳) حیرت تھی کیوں مکان یہ سنسان ہوگیا
آباد تھا ابھی، ابھی ویران ہوگیا

اتنے میں پاس آگئیں اسماء جگر فگار
کہنے لگیں وہ پیار سے بچوں کو کرکے پیار
تیار ہے طعام نہ ہوں آپ بے قرار
منہ ہاتھ دھو کے کھایئے میں آپ پر نثار

(۷۴) سنتے ہی اس کلام کو بیتاب ہوگئے
بچے تڑپ کے ماہیِ بے آب ہوگئے

بولے حسینؑ آپ نے یہ بات کیا کہی
اس گھر میں آج پڑتی ہے یہ رسم کیوں نئی
خوب آپ جانتی ہیں یہ عادت حسینؑ کی
اماں بغیر ہم نے تو کھایا نہیں کبھی

(۷۵) جلدی بتایئے کہ وہ گھر سے کہاں گئیں
ہم بھی وہیں کو جائیں گے اماں جہاں گئیں

اسماءؑ یہ سن کے ہوگئیں کچھ اور بے قرار
آنسو ٹپک پڑے نہ رہا دل پہ اختیار
روئیں گلے لگا کے جو بچوں کو بار بار
تڑپے حسنؑ حسینؑ ہوئے جان و دل فگار

(۷۶) کلثومؑ دوڑیں رو کے کھلے سر غضب ہوا
زینبؑ کے سر سے گر گئی چادر غضب ہوا

چھٹتا ہے ماں کا ساتھ بس اب یا حسنؑ حسینؑ
کلثومؑ، ابھی سے لٹ گیا سب زندگی کا چین
زینبؑ، فراقِ مادرِ ذیجاہ میں یہ بین
ہے اب تو بی بی تا بہ قیامت یہ شور و شین

(۷۷) جاتی ہیں آہ فاطمہؑ دنیائے زشت سے
اب کربلا میں آئیں گی بی بی بہشت سے

زہراؑ کی بیٹیاں جو ہیں حد درجہ بے قرار
تسکین دے رہے ہیں انہیں شاہِ ذوالفقار
سچ تو یہ ہے کہ دل پہ رہے کیونکر اختیار
ناناؐ کہ رونے کی بھی صدائیں ہیں بار بار

(۷۸) بچو، ابھی تو پہلی مصیبت یہ آئی ہے
اے شام و کربلا کے اسیرو، دہائی ہے

اُٹھ تو گئیں جہاں سے پدرؑ کی یہ سوگوار
مرنے پہ بھی اُٹھائیں گی لیکن ستم ہزار
جنت میں بھی ملے گا نہ دم بھر انہیں قرار
لاشِ علیؑ پہ خلد سے آئیں گی اشکبار

(۷۹) ٹکڑے دلِ حسنؑ کے چنیں گی یہ طشت سے
بکھرا ہوا حسینؑ سمیٹیں گی دشت سے

دنیا سے خلد کا یہ سفر آخری نہیں
آئیں گی کربلا میں یہ اِک بار بالیقیں
بالوں سے جھاڑ جھاڑ کے یہ دشت کی زمیں
بیٹے کی قتل گاہ سجائیں گی خود وہیں

(۸۰) اِن کی بھی مُہر ہے جو سرِ محضرِ حسینؑ
یہ وقتِ ذبح گود میں لیں گی سرِ حسینؑ

چمن چمن کے قتل گاہ سے کانٹے ہٹائیں گی
مقتل سے اپنے لعلؑ کا لاشہ اٹھائیں گی
کلثومؑ قید ہوں گی تو ہمت بندھائیں گی
زینبؑ کو راہِ شام میں ڈھارس دلائیں گی
(۸۱) اُس کو اماں ملے گی انہیں کی پناہ میں
ناقے سے گر پڑے گی سکینہؑ جو راہ میں

ساحرؔ جہاں بھی ہوگی عزائے شہِؑ اُمم
اُس مجلسِ حسینؑ میں ہوں گی شریکِ غم
آنسو گریں گے آنکھ سے شہؑ پر جو دم بہ دم
رومال میں سمیٹیں گی اُن سب کو یہ بہم
(۸۲) لوگو، یہاں بھی خلد سے تشریف لائی ہیں
پرسہ تو دو، حسینؑ کے پرسے کو آئی ہیں

مرثیہ۔۳

طلب

پھر آج ہے طلب جوہرِ سخن مجھ کو
ہے پھر تلاشِ گہر ہائے فکر و فن مجھ کو
خزینہ کر وہ عطا ربِّ ذوالمنن مجھ کو
ہر ایک لفظ ہو رشکِ دُرِ عدن مجھ کو
دکانِ جنسِ ہنر جب کہیں بھی کھولوں گا
(۱) سخن کے پھول انہیں موتیوں میں تولوں گا

خدایا تجھ سے طلب میں ہے عبدیت کا شرف
ہر ایک بندہ کے پھیلے ہیں ہاتھ تیری طرف
کسی کو چاہئے دولت، کسی کو آب و علف
کسی کو لعلِ یمانی، کسی کو دُرِ نجف
طلب ہے آدمی کو آگ کی بھی، برف کی بھی
(۲) یہ بات اپنی ضرورت کی بھی ہے، ظرف کی بھی

خدایا لعل و گہر تجھ سے مانگتا ہے کوئی
کسی کی آرزوئے دل ہے مسندِ شاہی
کسی نے دولتِ قارون کی تمنا کی
کسی کو چاہئے ہے ایک وقت کی روٹی

(۳) مجھے نہ دولتِ قاروں، نہ لعل و گوہر دے
بس اِک سلیقۂ مدح و رثاء عطا کردے

الف لکھوں تو عصائے کلیمؑ طورہ بنے
جو "ب" ہو، بائے بہشتِ بریں ضرور بنے
بناؤں "ج" تو جامِ مئے طہور بنے
اگر میں "د" لکھوں تو دواتِ نور بنے

(۴) جو "ہ" لکھوں ہو ہدایت مزاج ہو جائے
جو "واؤ" ہو، سرِ وحدت کا تاج ہوجائے

زبورِ آلِ محمدؐ کا "ز" بنے عنواں
جو "حائے حسن" لکھوں تو بڑھائے حُسنِ بیاں
لکھوں جو "ط" وہ طاہر کرے قلم کی زباں
جو "ی" لکھوں تو یقیں دُور کردے وہم وگماں

(۵) جو "ک" ہو، کششِ کاف کردگار بنے
جو "ل" لکھوں وہ لاسیف ذوالفقار بنے

کروں جو ''میم محمدؐ'' بہ احترام رقم
دوبالا مجھ سے گنہگار پہ ہو اُن کا کرم
ہو میم مصطفویؐ میم مغفرت سے بہم
سند نجات کی ہو ''ن'' ''والقلم'' کی قسم

(۶) یہ ''ن'' دائرہ میں نور کا ایاغ بنے
لگاؤں نقطہ تو وہ لعلِ شب چراغ بنے
جو ''س'' دیکھ کے ''یٰسین'' مسکرانے لگے
تو ''ع'' عینِ علیؑ بن کے جگمگانے لگے
جو ''فائے فاطمہؑ'' کاغذ پہ ضو دکھانے لگے
بڑے ادب سے قلم اپنا سر جھکانے لگے

(۷) لکھوں جو ''ص'' تو مولاؑ بھی صاد فرمائیں
مجھے نجات کو محشر میں یاد فرمائیں
جو قافِ قائمؑ آلِ محمدؐ اب ہو رقم
اسی رقم سے تو ہو قیمتِ بہشت بہم
لکھوں جو ''ر'' تو ہو راحت رسانِ راہِ عدم
جو ''شین'' لکھوں تو ہوں شاد اس سے شاہِ اُممؐ

(۸) جو ''ت'' لکھوں تو کوئی بات اس میں تازی ہو
یہ ''ت'' ہو دامنِ تقویٰ، قلم نمازی ہو

غالب

جو ''ث'' لکھوں تو ثمر گلشنِ جناں سے ملے
تو ''خ'' سے خطِ شفاعت شہِ زماں سے ملے
جو ''ذالِ ذوقِ سخن'' ذاتِ لامکاں سے ملے
تو ''ض'' ضو میں ضیائے قمر نشاں سے ملے

(۹) جو ''ظوئے'' ظاہرا شانِ ظہور دکھلادے
تو ''غ'' پردۂ غیبت کا نور دکھلادے

اسی قدر ہے طلب تجھ سے اے مرے مولاؑ
پھر اس کے ساتھ گناہوں سے مغفرت کی دعا
جو حیثیت سے سوا مانگنا ہے نازیبا
نصیریوں کی خدائی طلب نہیں کرتا

(۱۰) یہ نام لوحِ فلک پہ اگرچہ کندہ ہے
نصیریوں کا خدا بھی ترا ہی بندہ ہے

''زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا'' (غالب)
نجف سے داد ملی، عرش سے سلام آیا
مئے وِلا کا جو کوثر سے بھر کے جام آیا
حرم سے بادہ گساری کا اذنِ عام آیا

(۱۱) بس اب تو دورِ شرابِ طہور ہوجائے
حریمِ فکر تجلی میں طور ہوجائے

یہ مئے جو مرضیِ مولائے خُم سے پاتا ہوں
علیؑ علیؑ کی صداؤں میں جام اُٹھاتا ہوں
میں خود بھی پیتا ہوں، اوروں کو بھی پلاتا ہوں
پلاتا کیسا کہ میں خُم پہ خُم لنڈھاتا ہوں

(۱۲)	طلب سے بڑھ کے جو ساقی شراب دیتا ہے
تو مجھ سے نذر میں مدحت کے پھول لیتا ہے

زہے وہ ساقیِ میخانۂ غدیر علیؑ
امیرِ مملکتِ خالقِ قدیر علیؑ
نبیؐ کے ملک میں اللہ کے سفیر علیؑ
خدائے پاک ہے بے مثل، بے نظیر علیؑ

(۱۳)	ہر ایک شاہ و گدا کے یہی امیر بھی ہیں
خدا کے دین کے حامی بھی ہیں نصیر بھی ہیں

خدیوِ علم بھی ہیں، شاہِ ذوالفقار بھی ہیں
سخا کے باب میں اِک بحرِ بے کنار بھی ہیں
نبیؐ کا ناز بھی، خالق کا اعتبار بھی ہیں
امیرِ دہر بھی، جنت کے تاجدار بھی ہیں

(۱۴)	عروسِ علم و یقیں کے گلے کا ہار بھی ہیں
نگار خانۂ ہستی کا شاہکار بھی ہیں

تھا جس کو فقر پہ فخر، اس کی گود میں یہ پلے
ہمیشہ ان کے نشانِ قدم پہ چلتے رہے
کبھی خدا سے یہ دنیا طلب نہ کرتے تھے
طلب فقط تھی رضائے خدا کی بچپن سے

(۱۵) یہ شوق تھا کہ یہ ملکِ وفا خریدیں گے
یہ عزم تھا کہ رضائے خدا خریدیں گے

کیا نبیؐ نے یہ اعلان ذوالعشیرہ میں جب
کہ آج میری مدد کو اُٹھے جو نیک نسب
ہے میرا وعدہ کہ پائے گا وہ بہ مرضیِ رب
میرے وزیر، مرے جانشین کا منصب

(۱۶) علیؑ نے وعدہ کیا اور بے مثال کیا
ابھی اگرچہ تھے کمسن، مگر کمال کیا

کسی نے جب یہ کہا، بچپنے کی بات ہی کیا
یہ وعدہ اور یہ دس گیارہ سال کا بچہ
میں عرض کرتا ہوں، یہ عمر اور یہ رتبہ
بڑے بڑوں کو بڑے ہو کے بھی جو مل نہ سکا

(۱۷) رہِ رضا میں جوان و مُسن کی بات نہیں
یہ بات عزم کی ہے، سال و سن کی بات نہیں

تھے قاسمؑ ابنِ حسنؑ بھی تو کچھ اسی سِن کے
بہت جو ہوں گے تو دو سال ان سے ہوں گے بڑے
وہ کربلا میں مگر کس بہادری سے لڑے
عدو بھی دیکھ کے اس حوصلے کو حیراں تھے

(۱۸) جب اتنی عمر میں ازرق پہ فتح پائی تھی
سبھی کو ضربتِ حیدرؑ کی یاد آئی تھی

رضائے حق کی طلب میں عجیب ہے یہ مثال
جناں میں آدمؑ و حواؑ جو تھے بہ عیشِ کمال
تھا حکمِ حق کہ جو گندم کا خُلد میں ہے نہال
وہ اس کے پاس نہ جائیں کہ بد ہے اس کا مآل

(۱۹) دیا فریب مگر اس طرح سے شیطاں نے
کہ ہار مان لی آخر کو نفسِ انساں نے

علیؑ پہ کوئی بھی پابندی ایسی تھی ہی نہیں
مگر یہ وہ ہیں کہ رغبت اُدھر تو کی ہی نہیں
غذا کوئی بھی سوا نانِ جَو کے لی ہی نہیں
جو انبیاء سے نہ بڑھ جائے وہ علیؑ ہی نہیں

(۲۰) حلال شئے بھی جو چھوڑے خدا رسی کے لئے
یہ ضبطِ نفس ہے معراجِ آدمی کے لئے

انہیں طلب کہ رضائے خدا کریں حاصل
اُدھر خدا بھی اسے بیچنے پہ تھا مائل
تھی بیع و شرا میں اِک شرط نفس کی حائل
کہ نقدِ جاں ہو جو قیمت تو بیع ہو کامل

(۲۱) وہ مول تول نہ بیشی کمی سے بیچے گا
ہے جس کا مال وہ اپنی خوشی سے بیچے گا

جو نقدِ جاں لئے بازار میں اب آئے علیؑ
تو کائنات میں ہر سمت ایک دھوم ہوئی
اِدھر خرید رہیں ہیں خدا کی یہ مرضی
اُدھر لگاتا ہے قرآں صدائے "مَنْ یَّشْرِی"

(۲۲) علیؑ سے کہیئے یہ مژدا انہیں مبارک ہو
خدا سے ہوگیا سودا، انہیں مبارک ہو

انہیں شہادتِ جبری کی تھی طلب اتنی
خدا کے گھر میں جو سجدہ میں سر پہ تیغ لگی
اگرچہ تیغِ ستم زہر میں بجھی ہوئی تھی
زباں سے "فُزْتُ بِرَبِّ" کی عجب صدا نکلی

(۲۳) یہ موت پائی تو یوں مطمئن جنابؑ ہوئے
کہ جیسے خندق و خیبر میں فتح یاب ہوئے

سدا تھی مرضیِ رب ان کے نفس پر غالب
رضائے حق تھی جو روح، ان کا جسم تھا قالب
پسر جو یوں ہو رضائے الٰہ کا طالب
تو لامحالہ پدر بھی ہوا "ابوطالبؑ"

(۴۴) جو دشتِ کفر میں ایماں کا سائبان ہوئے
انہی کی گود میں پل کر نبیؐ جوان ہوئے

وہی تو ہیں یہ ابوطالبؑ خجستہ خصال
نبیؐ کو جس نے تحفظ دیا ہے سالہا سال
تھا تیغِ دستِ محمدؐ وہ جن کا جاہ و جلال
قیامِ دینِ خدا جن کی خدمتوں کا مآل

(۴۵) وہ دیں کے محسنوں میں آج بھی نمایاں ہیں
انہیں جو کہتے ہیں کافر، عجب مسلماں ہیں

پرکھنے کے لئے ایماں ہے یہ اصول اٹل
ہیں دو کسوٹیاں، اِک قول اور ایک عمل
جو قول دیکھئے ان کے تو مسئلہ ہو یہ حل
یہ سب سے پہلے ہیں مدّاحِ احمدؐ مرسل

(۴۶) قصیدہ جب بھی یہ مدحِ نبیؐ میں کہتے ہیں
ملائکہ ہمہ تن گوش بن کے رہتے ہیں

قصیدوں میں جو انہوں نے نبیؐ کی مدح لکھی
ابوالفداء ہو کہ ابنِ ہشام و مسعودی
قصیدے درج کیے سب نے وہ بخطِ جلی
ملاحظہ ہو وہ مدح اب زباں سے ساحرؔ کی

(۲۷) یہ کیسے ہو کہ میں جذبوں کا ترجمہ کر دوں
یہی بہت ہے کہ مفہوم ہی ادا کر دوں
یوں اِک قصیدہ میں بوطالبؑ خجستہ شیم
ثناء رسولِ مکرم کی کر گئے ہیں رقم
"ہے مجھ کو عشق محمدؐ سے، اپنی جاں کی قسم
جمالِ اہلِ جہاں بن کے یہ رہیں پیہم

(۲۸) ہے کون، مثل جو ان کا ہو اب زمانے میں
شرف میں ان سے بڑھا کون، کب زمانے میں
اگر قریش کریں فخر کا کبھی اظہار
تو نسلِ عبدِ مناف ان میں پائے عزّ و وقار
شرف پہ اپنے کبھی وہ اگر کریں اصرار
تو آلِ حضرتِ ہاشم کے سر بندھے دستار

(۲۹) شرف میں وہ جو گہر ہائے بے بہا ٹھہریں
محمدؐ ان میں شرافت میں "مصطفیٰ" ٹھہریں

یہ مصطفیٰؐ کا جو لفظ ان کے لب پہ جاری ہے
وہ خاک سمجھے اسے، عقل سے جو عاری ہے
یہ لفظ لاکھ قصیدوں پہ آپ بھاری ہے
یہ خاص ہے وہ لقب جو عطائے باری ہے
(۳۰) اسے جو آپؐ کے شایانِ شان پایا ہے
یہ وہ لقب ہے جو قرآن میں بھی آیا ہے

پھر اِک قصیدہ میں کہتے ہیں اس طرح کُھل کر
کہ ''ہم نے پایا محمدؐ کو ایسا پیغمبرؐ
تھے جیسے حضرتِ موسیٰؑ رسول سر تا سر
وہ جن کا ذکر صحیفوں میں درج ہے اکثر
(۳۱) جو ساتھ ایسے کا چھوڑا تو اس میں خیر نہیں''
یہ قول بھی تو انہیں کا ہے، قولِ غیر نہیں

''قریش جانتے ہیں سب، نہ دو نہ چار، نہ چند
ہماری نظروں میں جھوٹا نہیں ہے یہ فرزند
کبھی کیا نہیں جھٹلانا اس کو ہم نے پسند
زباں تک اس کی ہے ہر راہِ قولِ باطل بند
(۳۲) وہ جھوٹ بات کو سوچا بھی تو نہیں کرتا
غلط کہے، یہ ارادہ بھی تو نہیں کرتا''

''رُخِ محمدؐ اِک ایسا ہے چہرۂ تاباں
کہ اُس کی ہی برکت سے تمام اہلِ جہاں
خدا سے مانگتے ہیں ابرِ رحمتِ باراں''
یہ شعر گوئی ہوئی ان کی ایسی صدق نشاں

(۳۳) خدا نے چاہا، کوئی ان سے بدگماں نہ رہے
یہ بات سچ ہوئی ثابت، وہ جب یہاں نہ رہے

رقم طراز ہے ابنِ ہشام ''سیرت'' میں
کہ ایک بار مدینہ گھرا اس آفت میں
تھے لوگ قحط کے ہاتھوں بڑی مصیبت میں
بالآخر آئے وہ مل کر نبیؐ کی خدمت میں

(۳۴) یہ عرض رحمتِ عالم سے کی، کرم کیجئے
نجات قحط سے اب یا شہِؐ اُمم دیجئے

حضورؐ سن کے یہ بہرِ نمازِ استقا
ہوئے مدینے سے صحرا میں جا کے جلوہ نما
ابھی بلند ہوئے ہی تھے ان کے دستِ دُعا
کہ جھوم جھوم کے ہر چار سُو سے آئی گھٹا

(۳۵) جھما جھم اب جو برسنے پہ آگیا پانی
زمینِ خشک کو دریا بنا گیا پانی

دُعا سے آپ کی جو اَبر اس طرح برسا
یہ شعرِ نعتِ ابو طالبؑ اُن کو یاد آیا
کہا بدرد، کہ ہوتے یہاں جو میرے چچا
بہت ہی ہوتے وہ خوش دیکھ کر یہ حق کی عطا

(۳۶) زباں پہ اُن کی جو یہ ذکرِ حق نہاد آیا
یہ شعر اور بھی سب کو بہت ہی یاد آیا

پھر اِک قصیدہ میں اعلان یوں کیا کُھل کے
قریش سے ہیں تخاطب میں تیور اتنے کڑے
''خدا کے گھر کی قسم، جھوٹ یہ کہا تم نے
کہ روک دیں گے محمدؐ کو ہم (کسی ڈر سے)

(۳۷) کمی کریں گے کوئی ان کی ہم حمایت میں
کریں گے جنگ نہ ہم تم سے ان کی نصرت میں''!

''غلط یہ بات بھی سمجھی ہے سر بسر تم نے
کہ ہم تمہارے حوالے بھی ان کو کردیں گے
یہ مطلب اس کا ہے، ہرگز نہ ہوگا یہ ہم سے
یہاں تلک کہ انہیں کی طرف سے لڑتے ہوئے

(۳۸) (ہمارے جسم کے ٹکڑے اُڑا دیئے جائیں)
ہم ارد گرد انہیں کے گرا دیئے جائیں''

"جو دیکھتا ہوں یہ حالات میں، خدا کی قسم
اگر یہ ہوتے رہے سخت تر یونہی پیہم
تو یاد رکھو کہ اِک اِک ہماری تیغِ دو دم
بڑے بڑوں کے لہو سے نہائے گی ہمہ دم

(۳۹) یہ تیغیں آئیں گی ہاتھوں میں ایسے غالب کے
چمکتا ہوگا جو مثلِ اِک شہابِ ثاقب کے"

"حصار میں وہ ہماری اماں کے ہیں داخل
جہاں پہنچ نہیں سکتی ہے قوتِ باطل
میں مستعد ہوں جو بہرِ حفاظتِ کامل
ہوں دست و بازو سے دشمن کی راہ میں حائل

(۴۰) یہ دیں وہ حق ہے کہ باطل کا شائبہ بھی نہیں
خدا کی اس پہ عنایت کی انتہا بھی نہیں"

یہ پھر کہا کہ محمدؐ! قسم خدا کی مجھے
یہ لوگ یعنی یہ کفار باوجود اس کے
کہ ان کے پاس یقیناً بڑے بڑے ہیں جتھے
کسی طرح بھی یہ تم تک پہنچ نہیں سکتے

(۴۱) مجال کیا، یہ مرے جیتے جی کیا جائے
یہاں تلک کہ مجھے دفن کردیا جائے

ابوالفداؔء نے ہے ''تاریخ'' میں یہ بات لکھی
وہ شعر جن سے حقیقت عیاں یہ صاف ہوئی
ہے جن کا مطلب و مفہوم صاف صاف یہی
کہ بیشک آپؑ نے تصدیق کی رسالت کی

(۴۲) وہ گویا باب ہیں ایمان کے جریدہ کا
ہے صاف صاف بیاں آپؑ کے عقیدہ کا

مخاطب ہو کے محمدؐ سے، ہیں وہ یہ کہتے
''یہ تم نے دعوتِ اسلام اب جو دی ہے مجھے
میں جانتا ہوں کہ لاریب تم تو ہو سچے
ہو تم امین بھی، صادق بھی، یوں بھی پہلے ہی سے

(۴۳) یقین مجھ کو ہے، یہ دل سے میں نے جانا ہے
ہر ایک دین سے دینِ محمدؐ اچھا ہے''

تھے پیشِ ابنِ عساکر جو آپؑ کے اشعار
کیا ہے اس نے بھی ایماں کا آپؑ کے اقرار
کہ بالیقیں تھا مسلماں وہ دشمنِ کفار
خدا شناس، ابوطالبؑ وفا کردار

(۴۴) خدا کے فضل سے وہ تو ہیں اب بھی جنت میں
ہے وہ عیاں جو ہے ان کے عدو کی قسمت میں

یہ قول سن کے جو اب بھی انہیں کہے کافر
تو پھر خدا ہی ہے ایماں کا حافظ و ناصر
ہیں جہل سے جو حقیقت سمجھنے سے قاصر
تو میں نے ان کے یہ اشعار کردیئے حاضر

(۴۵) اب اس کے بعد تو حجت تمام ہو جائے
بس اب تو کفر کا فتویٰ حرام ہو جائے

ہے پھر بھی قول کے آگے عمل کی جو منزل
وہاں تو اور بھی ایمان ان کا ہے کامل
ہوئے جو منصب حق پروری کے یہ حامل
ہوئے کبھی نہ حفاظت سے ان کی یہ غافل

(۴۶) انہیں کے دَم سے جہاں میں خدا کا نام چلا
انہیں کی ذات سے تبلیغِ دیں کا کام چلا

جو اب کوئی یہ کہے، یہ بتایئے تو ذرا
انہوں نے کلمۂ توحید کیوں کبھی نہ پڑھا
تو اولاً ہے یہ دعویٰ ہی سر بسر بے جا
ابو سعید وغیرہ نے صاف ہے یہ لکھا

(۴۷) وہ وقتِ نزع کہ ہر لمحہ ان پہ بھاری تھا
زباں پہ اشھد ان لا اِلٰــــہ جاری تھا

پھر اس کے ساتھ یہ اشعار ہیں وہ آئینہ
اگر نہ اُن کی طرف سے دلوں میں ہو کینہ
تو دیکھ سکتا ہے یہ صاف دیدۂ بینا
کہ نورِ حق سے منور تھا آپؑ کا سینہ

(۴۸) خلاف اُن کے، وہ جن کے قلم بھی جولاں تھے
لکھا ہے ان میں سے اکثر نے، وہ مسلماں تھے
پڑھا نہ آپؑ نے کلمہ اگر علی الاعلان
اسی عمل سے تو اسلام پر کیا احسان
اسی سے آپؑ نے روکا تھا کفر کا طوفان
اسی سے بڑھ گیا تبلیغِ دیں کا بھی امکان

(۴۹) زباں سے کچھ نہ کہیں، دل سے ساتھ رہتے ہیں
زبانِ حق میں تقیہ اسی کو کہتے ہیں
تھا بے مثال تدبر میں یہ امیرِ عرب
یہ جانتے تھے کہ کُھل کر پڑھا جو کلمۂ رب
قریش ان کے بھی ہو جائیں گے مخالف سب
وہ بھول بیٹھیں گے اس مردِ حق کا داب و ادب

(۵۰) جو ان کا دبدبہ و احترام ختم ہوا
خدا کا دین، محمدؐ کا نام ختم ہوا

ہوا ہے آل میں فرعون کی وہ مردِ جلیل
کہ جس کا اسمِ گرامی ہے حضرتِ حزقیلؑ
تھے وہ بھی حُسنِ تدبر میں آپؑ ہی کے مثیل
زباں سے حامیِ فرعون، دل سے حق کے وکیل

(۵۱) تھے پھر بھی صاحبِ ایماں نگاہِ یزداں میں
خدا نے خود انہیں مومن کہا ہے قرآں میں
عظیم محسنِ اسلام ہیں ابوطالبؑ
نبیؐ کو حق کا اِک انعام ہیں ابوطالبؑ
طلوعِ نور کا پیغام ہیں ابوطالبؑ
نویدِ صبحِ خوش انجام ہیں ابوطالبؑ

(۵۲) رسولؐ پروری اس نام سے عبارت ہے
یہ جاں نثاری و عشق و وفا کی طاقت ہے
سفر میں تھا جو یہی جذبۂ فداکاری
یہ عزمِ حفظِ نبیؐ، جوہرِ وفاداری
رگوں میں خون کی موجوں پہ تھا سفر جاری
یہاں تلک کہ ہوئی کربلا کی تیاری

(۵۳) یزیدؔ لعنؔ نے جو کیا مسترد شریعت کو
حسینؑ آگئے اسلام کی حفاظت کو

بدل کے آیا جو بوجہل اِک نیا قالب
ابولہب کوئی، بیعت کا ہوگیا طالب
حسینؑ اُٹھے کہ حق پھر ہو کفر پر غالب
یہی تو جذبہ ہے جو دے گئے ابوطالبؑ

(۵۴) یہی وہ جذبہ ہے جس نے مہم یہ سر کی ہے
اسی کی وجہ سے اسلام اب بھی باقی ہے

حسینؑ لائے تھے جو فوج، تھی بہت ہی قلیل
کچھ ان میں ناصر و احباب تھے بزرگ و جلیل
کچھ ایسے ہاشمی جو نازشِ ذبیحؑ و خلیلؑ
ہر اِک حسینؑ کی حقانیت پہ ایک دلیل

(۵۵) سبھی رضائے خدا کی طلب میں آئے تھے
سر اپنے پیشِ خدا بہرِ نذر لائے تھے

یہ مختصر سی جو لائے تھے فوج شاہِؑ ہدا
جری تھے نسل سے ہاشم کی اس میں اٹھارہ
مگر حسینؑ سے اصغرؑ تلک جو اب دیکھا
سوائے آلِ ابوطالبؑ اور کوئی نہ تھا

(۵۶) وہ جس جری نے تحفظ دیا رسالتؐ کو
اسی کے لعل تھے پھر آج حق کی نصرت کو

ہے ان میں سب سے بڑا جس کا جذبۂ ایثار
وفا میں ہے جو علیؑ کی طرح وفا کردار
وہ یعنی حضرتِ عباسؑ، اشجع و جرار
ہژبرِ دینِ خدا، شیرِ حیدرِؑ کرار

(۵۷) یہ اعتبارِ وفا، پیکرِ شجاعت ہیں
یہی حسینؑ کے لشکر کی زیب و زینت ہیں

یہی جمالِ محبت، یہی وفا پیکر
ہیں اعتبار ابوطالبؑ نبیؐ پرور
وہ تھے نبیؐ کے محافظ بہ مرضیِ داور
یہاں تھے ان کی حفاظت میں سبطِؑ پیغمبرؐ

(۵۸) وفا کا ایک ہی معیار بن گئے دونوں
خدا کے ہاتھ کی تلوار بن گئے دونوں

رضائے حق کی طلب میں تھے ہمقدم دونوں
لیے تھے ہاتھ میں اسلام کا علم دونوں
اگرچہ سہتے رہے دوریوں کا غم دونوں
برنگِ قالب و جاں ہوگئے بہم دونوں

(۵۹) انہیں کے جسم کی جاں ہوگئے ابوطالبؑ
نئے سرے سے جواں ہوگئے ابوطالبؑ

دکھلا کو حشر بداماں وہ کربلا کا سماں
سحر سے خونِ شہیداں ہے دشتِ کیں میں رواں
شہید ہو چکے سب ناصرانِ شاہِؑ زماں
بس اب حسینؑ ہیں، اِک بھائی اور پسر ہے جواں

(۶۰) اب ان کو کشتۂ جورِ یزیدؔ لعین ہونا ہے
رضائے حق کی طلب میں شہید ہونا ہے

ابھی تھے اذنِ شہادت کی فکر میں عباسؑ
کہ آئی اتنے میں بالی سکینہؑ اُن کے پاس
جمی تھیں پپڑیاں ہونٹوں پہ، اس غضب کی تھی پیاس
لبوں پہ دم تھا، زباں خشک، زندگی سے یاس

(۶۱) اذیت اور عطش کی وہ سہہ نہ سکتی تھی
زبانِ خشک سے "پانی" بھی کہہ نہ سکتی تھی

یہ حال دیکھ کے اُس کا، تڑپ گئے عباسؑ
اُٹھا کے گود میں لائے اسے حسینؑ کے پاس
ادب سے عرض یہ کی، اے امامؑ صبر اساس
بس اب تو مجھ کو ہوئی اس کی زندگی سے بھی یاس

(۶۲) عجب نہیں یہ عطش سے شہید ہو جائے
یہ بچی گنجِ شہیداں میں جا کے سو جائے

مجھے اب اذن عطا ہو کہ جاؤں دریا پر
ہو کچھ سبیل تو پانی کی اے شہِؑ صفدر
وفورِ غیظ میں حملے کروں جو بڑھ بڑھ کر
تو جا کے کوفہ میں دَم لیں یہ سارے بانیِ شر
(۶۳) مجھے جو دیکھیں گے تیغِ دودَم اُٹھائے ہوئے
فرار ہوں گے یہ سب خون میں نہائے ہوئے

حسینؑ چپ ہوئے، پھر آہِ سرد بھر کے کہا
سبیلِ آب تو لازم ہے، اس میں شک ہی کیا
مگر ہے چشمۂ حیواں فرات کا دریا
ہو تم بھی خضر طریقت، ہے گر وہ آبِ بقا
(۶۴) مگر یہ کہہ کے نہ جاؤ کہ لائیں گے پانی
نہ تم پیو گے نہ بچے یہ پائیں گے پانی

یہ سن کے حضرتِ عباسؑ ہو گئے غمگیں
پکڑ کے بیٹھ گئے دل کو یہ زمیں پہ وہیں
ٹپک کے اشک نے چومے جو پائے سرورِ دیں
گلے لگا کے انہیں شہؑ نے چومی ان کی جبیں
(۶۵) کہا، نہ غیظ میں اب جنگ کو طویل کرو
بس اتنا اذن ہے پانی کی کچھ سبیل کرو

یہ اذن پا کے چلا رن کو ضیغمِ شبیرؑ
تو سدِّ راہ ہوئے ظالم و شقی و شریر
چہار سمت ہوا دشمنوں کا جمِ غفیر
یہ دیکھنا تھا کہ اس شیر نے بھی لی شمشیر

(۶۶) نیام سے جو لپک کر یہ شعلہ ساں نکلی
یزیدیت لعنت کے تنِ ناتواں سے جاں نکلی

عَلم کی ضو سے تھا میدانِ جنگ بقعۂ نور
تھی آب و تاب یہ پنجے کی یا تجلیِ طور
پھریرا اُڑتا تھا یا اڑ رہے تھے گیسوئے حور
عَلم کی چھڑ تھی عصائے کلیمؑ ربِّ غفور

(۶۷) لچک رہی تھی جو چھڑ بار بار رُک رُک کر
سلامی ان کو عَلم دے رہا تھا جُھک جُھک کر

تھی ذوالفقار صفت تیغِ آتشیں پیکر
تھا اس کو دیکھ کے طاری جو سب پہ موت کا ڈر
تو دور دور سے، کچھ اور پیچھے ہٹ ہٹ کر
سلام کرتے تھے جُھک جُھک کے رایتِ لشکر

(۶۸) شکست کھا کے جو پیچھے کو ہٹ رہے تھے عدو
خود اپنی تیغِ خجالت سے کٹ رہے تھے عدو

یہ رنگ دیکھ کے دشمن جو بے قرار ہوئے
جو گھاٹ روکے تھے وہ سُورما فرار ہوئے
وہ بدحواس جو مائل بہ انتشار ہوئے
جو پَرتلے تھے، لپٹ کر گلے کا ہار ہوئے

(۶۹) جو دو زمیں پہ گرے تھے تو چار تھے اُن پر
سوار نیچے تھے، گھوڑے سوار تھے اُن پر

جہاں نے دیکھا عجب معجزہ شجاعت کا
ہزاروں سے تنِ تنہا نے لے لیا دریا
جری کے حملوں سے جب فوج ہوگئی پسپا
تو اب فرات پہ غازیؑ کا ہوگیا قبضہ

(۷۰) جو اب سکینہؑ کی پیاس ان کو یاد آنے لگی
تو نہر ان کی طرف خود قدم بڑھانے لگی

بڑھا کے آپؑ جو مرکب کو، گھاٹ پر آئے
تھے تشنگی کے ہر اِک سُو فرات پر سائے
پہنچ کے نہر میں اِک لمحہ بھر کو تھرّائے
ہوائے سرد نے شعلے عطش کے بھڑکائے

(۷۱) کچھ ایسے صبر سے، اُس دم جریؑ نے کام لیا
قدم فرات نے، دامن وفا نے تھام لیا

کسی کے بھی نہ ہوئے امتحان اتنے کڑے
یہ اس محاذ پہ شدت کی تشنگی سے لڑے
یہ اقتدار کہ سینہ پہ نہر کے ہیں کھڑے
یہ احتیاط کہ دامن پہ چھینٹ بھی نہ پڑے

(۷۲) وفا کو ایسے عمل سے جو سرفراز کیا
فرشتے رہ گئے حیراں، خدا نے ناز کیا

نظر میں پھر گیا تاریخ کا اب اِک منظر
سفر میں حضرتِ طالوتؑ ہیں معہ لشکر
ہے دھوپ تیز، تو ہیں تشنگی سے سب مضطر
یہ عرض کرتے ہیں سب، اے خدا کے پیغمبرؑ

(۷۳) بس اب تو پیاس بجھانے کا اہتمام کریں
خدا کے واسطے پانی کا انتظام کریں

کہا یہ حضرتِ طالوتؑ نے سنو، کہ ابھی
تمہاری راہ میں اِک نہرِ آب آئے گی
وہ امتحان کی ہے نہر، یاد رکھیں سبھی
ہے اس سے صبر کا بھی امتحاں، وفا کا بھی

(۷۴) کوئی نہ چکھے بھی پانی، یہی ہدایت ہے
جو ایک چلو میں بھر لے، تو یہ اجازت ہے

بڑھے جو آگے تو وہ نہر سامنے آئی
نہ تھی فرات اگرچہ وہ موجِ دریائی
نہ ایسی پیاس نہ اس میں یہ رزم آرائی
مگر تھی چند ہی میں طاقتِ شکیبائی

(۷۵) جو اور سب تھے انہیں قہر بن گیا پانی
جو ڈگمگا کے پیا، زہر بن گیا پانی

ادھر دکھایا یہ قرآن نے ہمیں منظر
گیا تصور اُدھر پھر سے کربلا لے کر
ہے بیچ نہر میں دلبندِ ساقیِ کوثر
ہوئی ہے پیاس کی شدت سے روح تک مضطر

(۷۶) ہے قبضہ نہر پہ، پانی قدم سے لپٹا ہے
یہ جتنا چاہیں پئیں، کس نے ان کو روکا ہے

ہے نہر قبضہ میں، پانی بھی دسترس میں ہے اب
بھڑک اُٹھی ہو جو پیاس اور بھی تو کیا ہے عجب
جو تشنگی سے ہوا ہو گیا ہے دل پہ تعب
کچھ اب تو اور بھی پانی کی بڑھ گئی ہے طلب

(۷۷) مگر یہ پانی سے چلّو بھرے کھڑے ہیں ابھی
محاذِ صبر پہ ان کے قدم گڑے ہیں ابھی

یہ ان کے قدموں سے لپٹا ہوا جو ہے دریا
اسے فرات نہ کہیے، ہے اب یہ عرشِ عُلا
اُدھر خدا ہے، اِدھر یہ رسولِ دینِ وفا
ہے درمیان میں بس امتحان کا پردا

(۷۸) ہیں تینِ بندہ و معبود راز کی باتیں
وفا کی عشق کی، راز و نیاز کی باتیں

سکوت دیکھ کے حیراں ہیں جن بھی انساں بھی
ہیں جبرئیلؑ بھی سکتہ میں اور رضواں بھی
اب انتظار میں طالوت بھی ہیں، قرآں بھی
جناں سے دیکھ رہے ہیں پدر بھی اور ماں بھی

(۷۹) اس امتحاں کو بہ حیرت حیات دیکھتی ہے
دھڑکتے دل سے انہیں کائنات دیکھتی ہے

وہ ایک لمحہ جو صدیوں پہ بھی محیط ہوا
اسی میں ختم ہوا امتحاں وفاؤں کا
وہ ہاتھ میں تھا جو پانی، بس اِک نظر دیکھا
پھر اس کے بعد حقارت سے اس کو پھینک دیا

(۸۰) یہ دیکھنا تھا کہ روحِ حیات جھوم اُٹھی
وفا نے وجد کیا، کائنات جھوم اُٹھی

یہ تشنہ کام جو دریا سے مشک بھر کے چلے
وفا سے نفس کی یہ جنگ فتح کر کے چلے
اُدھر سے دَل پہ دَل افواجِ اہلِ شر کے چلے
بس اب تو وار اُدھر، تیر اِدھر تبر کے چلے

(۸۱) اگرچہ جنگ میں دشمن پہ چھا گیا غازیؑ
سپاہِ شام کے نرغہ میں آگیا غازیؑ
تھی ایک کاندھے پہ مشک، ایک ہاتھ میں تھا علم
نگاہِ شوق میں تھا خیمۂ امامِؑ اُمم
وہ ہاتھ جس میں تھی ضرغامِ حق کے تیغِ دو دَم
اسی کو کردیا، دھوکے سے اِک لعیں نے قلم

(۸۲) مگر دلیر نے عزمِ جواں سے کام لیا
کہ بائیں ہاتھ سے تیغِ دودَم کو تھام لیا
بڑھے خیام کی جانب یہ جنگ کرتے ہوئے
مگر عدو تھے ہر اِک سمت راستہ روکے
غضب ہوا یہ، کمیں گاہ سے جو وار چلے
تو دستِ چپ بھی جدا ہوگیا قلم ہو کے

(۸۳) یہ ہاتھ کٹتے ہی مجبور ہوگئے عباسؑ
کچھ اور خیموں سے اب دُور ہوگئے عباسؑ

یہ اپنے سینے سے اب مشک کو دبا کے چلے
فرس کی پشت پہ حسرت سے سر جھکا کے چلے
اُدھر سے وار بس اب اور بھی بلا کے چلے
چمک کے تیغیں چلیں، تیر سنسنا کے چلے

(۸۴) لگا جو مشک پہ اِک تیر، بہہ گیا پانی
فسانۂ دلِ صد چاک کہہ گیا پانی

نہ ساتھ دے سکی سقّے کا بس جو اب قسمت
اُمید چھوڑ گئی ساتھ رہ گئی حسرت
بہت جو پیاسی بھتیجی سے تھی انہیں خجلت
عجیب اس سے تھی غازیؑ کے دل کی کیفیت

(۸۵) خیال میں بھی یہ اس سے نظر ملا نہ سکے
پلٹ گئے سوئے فوج، اس کی سمت جا نہ سکے

جو فوجِ شام میں ڈوبا یہ مہرِ صبح جبیں
کہیں سے تیر چلے اور کہیں سے تیغیں چلیں
پڑا وہ گرز، ہوا شق وہ فرقِ ماہِ مبیں
زمیں پہ گر گیا اسلام کا یہ رکنِ رکیں

(۸۶) صدا امامؑ کو دی، دل جو بے قرار ہوا
خدا کا شکر، غلام آپؑ پر نثار ہوا

سنی حسینؑ نے دریا سے بھائی کی جو صدا
جگر میں ٹیس اُٹھی، بازوؤں میں درد اُٹھا
تڑپ کے رہ گئے، ہاتھوں سے دل کو تھام لیا
چلے تو لے کے سہارا جوان بیٹے کا

(۸۷) ہزار ٹھوکریں کھاتے ہوئے وہاں پہنچے
وہیں یہ شیر تڑپتا تھا اب جہاں پہنچے

سرہانے بھائی کے پہنچے تو یوں کہا بھائی
اُٹھو کہ آیا ہے تم تک تمہارا شیدائی
ہزار حیف کہ قسمت سے یہ گھڑی آئی
ہمارے بازوؤں کی چھن گئی توانائی

(۸۸) زمانے بھر کی طرح تم بھی منہ کو موڑ چلے
کہ تم بھی ساتھ غریب الوطن کا چھوڑ چلے

کہا تڑپ کے یہ عباسؑ نے کہ اے آقا
خجل ہوں آپؑ کی نصرت کا حق ادا نہ ہوا
خدا کا شکر کہ ہوتا ہوں آپؑ پر میں فدا
مگر اٹھائیں نہ آقا میرے، مرا لاشہ

(۸۹) سکینہؑ رہ گئی پیاسی، نہ لا سکا پانی
یہ شرم ہے کہ نہ اس کو پلا سکا پانی

حسینؑ سن کے یہ حسرت سے ان سے کہنے لگے
اب آخری یہ ملاقات ہے مقدر سے
تمھارا بھائی ہوں، اِک بار بھائی کہدو مجھے
یہ سن کے رکھا سر اپنا قدم پہ آقاؑ کے
(۹۰) قدم کو چوم کے ساحرؔ، گزر گئے عباسؑ
بس ان کو بھائی کہا اور مر گئے عباسؑ

قطعہ

ابوطالبؑ خدا کے بعد پہلے نعت گو ٹھہرے
ہے لازم، نعت گو سب ہوں ثنا خوانِ ابوطالبؑ
ابوطالبؑ تو اے ساحرؔ پدر ہیں کُلِ ایماں کے
سوا ہے کُلِ ایماں سے بھی ایمانِ ابوطالبؑ

دہر کے بحر میں جب ڈوب کر انساں نکلا
کچھ نہ تھا زادِ سفر، بے سر و ساماں نکلا
لے گئے خلعتِ مذہب جو بہا کر طوفاں
آدمی جامۂ تہذیب میں عریاں نکلا

مرثیہ۔۴

بعنوانِ ''سفر''

تصنیف: جون ۱۹۹۳ء

صد شکر آج طبعِ سخنور بحال ہے
شاخِ قلم پہ قط جو لگا ہے، نہال ہے
سرعت پہ آج خامۂ خوش قد کی چال ہے
شاید رہِ ہنر میں سفر کا خیال ہے
(۱) اس کو مبارک اب جو ارادہ سفر کا ہے
کہتے ہیں یہ، سفر ہی وسیلہ ظفر کا ہے

انسان کی حیات مسلسل سفر میں ہے
دنیائے بے ثبات مسلسل سفر میں ہے
یہ دن ہو یا کہ رات مسلسل سفر میں ہے
ساری یہ کائنات مسلسل سفر میں ہے
(۲) منزل سفر کی امن بھی ہے، ابتلا بھی ہے
مکہ بھی ہے، مدینہ بھی ہے، کربلا بھی ہے

پیہم فراتِ فکر کا پانی سفر میں ہے
پیری کی سمت عہدِ جوانی سفر میں ہے
سوئے عدم یہ عالمِ فانی سفر میں ہے
انجام کی طرف یہ کہانی سفر میں ہے

(۳) بابِ سفر ہے باز، مگر باز کب ہوا
انجام تو نظر میں ہے، آغاز کب ہوا
جب پردۂ عدم میں ابھی کائنات تھی
پنہاں جسد میں غیب کے روحِ حیات تھی
ایسی فضا کہ جس میں نہ دن تھا، نہ رات تھی
کچھ بھی نہ تھا، بس ایک خدا ہی کی ذات تھی

(۴) منظر وہ، جو ورائے گمان و خیال ہے
ایسا سماں کہ جس کا تصور محال ہے
یہ فرش تھا زمیں کا، نہ یہ چرخِ کجمدار
جنگل نہ ریگزار، نہ وادی، نہ کوہسار
دریا نہ جھیل، شط نہ سمندر، نہ آبشار
سبزہ نہ خس، نہ خارِ مغیلاں، نہ برگ و بار

(۵) اشجار تھے نہ گل، نہ گلوں کی شمیم تھی
صرصر نہ بادِ گرم، نہ موجِ نسیم تھی

کھلتے ہوئے چمن نہ چمن زار کی فضا
بلبل نہ گل نہ گلبن و گلبانگ و گل کدہ
سوسن نہ یاسمین نہ چمپا نہ موتیا
عصفر نہ زعفران نہ بیلا نہ موگرا

(۶) نرگس نہ تھی تو شبنمِ نمناک بھی نہ تھی
کہنے کو خاک اڑتی تھی، پر خاک بھی نہ تھی

ابلیس تھا، نہ آدم و حوا، نہ مور و مار
دوزخ نہ اس کی آگ، نہ جنت نہ یہ بہار
طوبیٰ نہ قصرِ خلد، نہ کوثر نہ بادہ خوار
غلماں تھے فرشِ راہ نہ حوریں گلے کا ہار

(۷) یہ نجم و مہر و ماہ نہ یہ مہ جبین تھے
یہ جسم تھے نہ روح، نہ روح الامینؑ تھے

بندے نہ تھے کہ جن پہ عنایت خدا کی ہو
اعضاء نہ تھے کہ جن سے اطاعت خدا کی ہو
پیشانیاں نہ تھیں کہ عبادت خدا کی ہو
دل بھی نہ تھے کہ جن میں محبت خدا کی ہو

(۸) آنکھیں نہ تھیں کہ جلوۂ قدرت دکھائی دے
کوئی نہ تھا خدا کو جو دادِ خدائی دے

ہے خود نمائی شوق ازل ہی سے حُسن کا
خود اپنے ہی جمال کا شیدائی تھا خدا
ایسے میں شوقِ جلوہ نمائی جو اب ہوا
حُسنِ ازل نے خلق کیا ایک آئینہ

(۹) جوہر جو حُسنِ خلق کے اس میں دمک گئے
اس آئینہ سے حُسن کے جلوے چمک گئے

نقاش نے بنایا جو نقش اتنا خوشنما
شیدا خود آپ ہوگیا حُسن و جمال کا
اب اس کے حُسن کو جو تھا درکار آئینہ
چھیڑا ربابِ زیست کے تاروں کا اِک ذرا

(۱۰) سازِ ازل کی دہر میں دُھن گونجنے لگی
ہر سُو صدائے نغمہ "کُن" گونجنے لگی

پہلا سفر شروع ہوا کائنات میں
آواز "کُـــــــن" کی پھیل گئی شش جہات میں
دوڑی حیات منطقۂ ممکنات میں
یہ عرش و فرش خلق ہوئے ایک بات میں

(۱۱) روحِ شعور و پیکرِ ادراک کے لئے
یہ بزم سج گئی شہِ لولاک کے لئے

سنتے ہی "کُن" کا حکم فضا جاگنے لگی
انگڑائی لے کے روحِ بقا جاگنے لگی
فطرت کے سازِ دل کی صدا جاگنے لگی
صبحِ بہارِ ارض و سما جاگنے لگی

(۱۲) کلیوں کو گدگدا کے ہوا نے جگا دیا
خوشبو کو گنگنا کے صبا نے جگا دیا

پہلا سفر تھا دہر میں آواز کا سفر
آوازِ "کُن" کے نغمۂ حق ساز کا سفر
تخلیقِ کائنات کے آغاز کا سفر
پہلا بھی، آخری بھی اس انداز کا سفر

(۱۳) یہ نغمگی حیات میں "کُن" کے اثر سے ہے
دنیا کا یہ وجود اسی اِک سفر سے ہے

چمکا جو آفتاب جہانتاب چرخ پہ
پھیلیں فضائے دہر میں کرنیں اِدھر اُدھر
روشن ہوئے زمین و زماں، کوہ و دشت و در
یہ روشنی کا چرخ سے تھا ارض تک سفر

(۱۴) اس روشنی نے صبحِ شبِ انتظار دی
چادر جو تیرگی کی پڑی تھی، اتار دی

کس کس طرح سجائی گئی بزمِ "کُن فکاں"
پھولوں سے یہ زمین، ستاروں سے آسماں
ضو سے قمر، ثمر سے شجر، گل سے گلستاں
کوثر وہاں بہشت میں، بحرِ کرم یہاں

(۱۵) جنت بسائی آدمؑ و غلمان و حور نے
آباد کی زمین وحوش و طیور نے
وحش و طیور سے تو زمیں کو شرف نہ تھا
لازم تھا آدمی سے بسانا زمین کا
خالق نے اس غرض سے جو آدمؑ کو چن لیا
حد بندیٔ بہشت سے آزاد کر دیا

(۱۶) حکمِ خدا ہوا کہ اب آدمؑ سفر کریں
ہجرت کریں جناں سے، زمیں پر بسر کریں
آدمؑ نے خلد سے جو زمیں تک کیا سفر
تاریخِ کائنات کا تھا تیسرا سفر
لیکن یہ اپنی قسم کا تھا اِک نیا سفر
آواز و نور کا نہیں، اِک جسم کا سفر

(۱۷) یہ انتقالِ مادّۂ ذی حیات تھا
قدرت خدا کی، معجزۂ ممکنات تھا

آدمؑ کی نسل پھولنے پھلنے لگی اِدھر
بھیجے اُدھر خدا نے کئی اور راہبر
آنے لگے مَلک بھی فلک سے زمین پر
یوں ہوگیا شروع اب آیات کا سفر

(۱۸) آیاتِ حق سے اہلِ زمیں جاگنے لگے
ذہن و ضمیر و فکر و یقیں جاگنے لگے

اب تک نفس نفس جو یہ دنیا سفر میں تھی
اِک روز اس سفر میں وہ منزل بھی آگئی
جو منزلِ مراد تھی اس کائنات کی
پھیلی جہاں میں نورِ محمدؐ کی روشنی

(۱۹) کافورِ کفر و شر کی شبِ تار ہوگئی
کُل کائنات مطلعِ انوار ہوگئی

صلِّ علیٰ کہ نورؐ وہ چمکا زمین پر
سائے کی تیرگی کا بھی جس تک نہ تھا گزر
نورِ جبیں مرادفِ والشمس و والقمر
جس کا جمالِ پاک جمالِ دل و نظر

(۲۰) جس کو خدا نے نور کے سانچے میں ڈھال کے
آئینے جگمگا دیئے بزمِ خیال کے

آنکھیں وہ جن کی ضو پہ تصدق ہے کہکشاں
گیسو، سنائیں جو شبِ اسریٰ کی داستاں
عارض پہ خط ہے یا ہے رقم خطِ کن فکاں
لب، جن سے شہدِ نطق کے چشمے ہوئے رواں

(۲۱) تابندگیِ رُخ سے خجل آفتاب ہے
ابرو جو آیتیں ہیں تو چہرہ کتاب ہے

وہ آئے تو بشر کو ملا علم و آگہی
وہ آئے تو مٹاتے ہوئے شانِ خسروی
وہ آئے تو دکھاتے ہوئے حق کی روشنی
وہ آئے تو زمین کو معراج ہوگئی

(۲۲) کیسا سعید یہ دوجہاں میں سفر ہوا
شکلِ بشر میں نورِ خدا جلوہ گر ہوا

اب تک ہر اِک سفر تھا فلک سے سوئے زمیں
پستی کی سمت آئے بلندی کے سب مکیں
آنا بلندیوں سے تو دشوار کچھ نہیں
سوئے نشیب پانی کی موجیں کبھی رُکیں

(۲۳) ذوقِ سفر کا اب جو ذرا امتحاں ہوا
پہلا سفر زمیں سے سُوئے آسماں ہوا

جب طول کھینچنے لگے لمحاتِ انتظار
دعوت خدا نے دی، تو رسولؐ فلک وقار
رف رف پہ ہو کے مرضیِ معبود سے سوار
ہمراہِ جبرئیلؑ چلے سوئے کردگار

(۴۴) راکٹ سفر کو تھا، نہ خلائی جہاز تھا
بندہ تھا کاربند، خدا کارساز تھا

پہنچے زمیں سے عرش پہ جب یہ فلک حشم
انساں کی عظمتوں کا اُٹھائے ہوئے علَم
محبوب اور حبیب میں باتیں ہوئیں بہم
پھر واپسی میں عرش سے اترے قدم قدم

(۴۵) طے کرلیا سفر جو یہ رف رف سوار نے
کی اپنی مدح فخر سے خود کردگار نے

تشریف لائے دہر میں جب شاہِؐ بحر و بر
نائب خدا کے تھے یہ خدا کی زمین پر
معراج میں ہوئے جو سرِ عرش جلوہ گر
بزمِ فلک میں تھے یہ نمائندۂ بشر

(۴۶) نعلین ان کی عرش کی سرتاج ہوگئی
انسانیت کے اوج کو معراج ہوگئی

حیرت میں آدمی ہیں کہ ہم سا اِک آدمی
تا عرش کس طرح سے گیا، یہ کہے کوئی
قرآن کا جواب ہے، ''اسریٰ بِعَبْدِہٖ''
یعنی خدا کی ذات تھی جو اس کو لے گئی

(۲۷) مسدود کوئی راہ نہیں حق کے واسطے
دشوار کیا ہے قادرِ مطلق کے واسطے
عیسیٰؑ جو اپنا چرخِ چہارم پہ گھر بنائیں
سائنس دان اس پہ تو کوئی نہ حرف لائیں
ہم سے بشر تو چاند پر اپنے قدم جمائیں
خیرالبشر جو ہیں وہ بھلا عرش تک نہ جائیں

(۲۸) انساں کو ہر لحاظ سے انصاف چاہیئے
دل صاف چاہیئے ہے، نظر صاف چاہیئے
معراج سے جب آگئے واپس رسولؐ حق
جاری رہے کتابِ ہدایت کے وہ سبق
ہوتا تھا جن سے جہل کا سینہ الم سے شق
اس کا بہت تھا قلبِ ابوجہل کو قلق

(۲۹) بے حد جو اس نے آپؐ کو رنجور کر دیا
ہجرت پہ جبرِ جہل نے مجبور کر دیا

انساں کی ہجرتوں میں یہ سب سے اہم سفر
تاریخ بن گیا رُخِ تاریخ موڑ کر
اس رات قاتلوں میں گھرے تھے جو سر بسر
پایا فقط علیؑ کو محمدؐ نے معتبر

(۳۰) بھائی کی جانثاری نے جو حوصلا دیا
بستر پہ جانشین بنا کر سُلا دیا
بستر ملا جو مرضیِ پروردگار سے
نیند آگئی علیؑ کو سکون و وقار سے
وقت آکے مل گیا جو حدِ انتظار سے
نکلے رسولؐ اہلِ جفا کے حصار سے

(۳۱) اس ناخدا کا رُخ جو مدینہ کی سمت ہے
خود ساحلِ مراد سفینہ کی سمت ہے
جاتا ہے یہ وطن سے مسافر وطن تلک
خوشبو کا یہ سفر ہے چمن سے چمن تلک
جاتی ہے بوئے مُشکِ ختن سے ختن تلک
یہ نطق کا سفر ہے دہن سے دہن تلک

(۳۲) محفل کا یہ چراغ تھا، محفل میں آگیا
قرآن اِک سے دوسری منزل میں آگیا

اب تک مَلک وغیرہ کے تھے عرش سے سفر
آہن اب ایک حق نے اتارا زمین پر
مانے نہ مانے عقلِ بشر یہ کبھی، مگر
ہے سورۂ حدید سے ثابت یہ سر بسر
(۳۳) آہن بھی وہ جو گردنِ باطل پہ بار ہے
تفسیر کہہ رہی ہے، یہی ذوالفقار ہے

وہ ذوالفقار فاتحِ خیبر کا جو حشم
تعریف کس طرح سے ہو اس تیغ کی رقم
لکھنے کو میں جو لوں پرِ جبریلؑ کا قلم
ضربِ علیؑ کی یاد سے لرزے وہ دَم بہ دَم
(۳۴) اُس سے جو لکھنا چاہوں میں نام اس اصیل کا
اُڑ جائے جھٹ کے ہاتھ سے پَر جبرئیلؑ کا

بولی جو نیام، میں ہوں دہن اور زباں ہے یہ
جوہر چمک کے کہنے لگے، کہکشاں ہے یہ
بولے مَلک، کلیدِ بہشت و جناں ہے یہ
زخموں کے پھول کہتے ہیں کیا باغباں ہے یہ
(۳۵) اس پہ بہارِ گلشنِ حق کا مدار ہے
تلوار ہے کہ موجِ نسیمِ بہار ہے

خیبر میں جب یہ میان سے نکلی پئے سفر
پہلے پڑاؤ کے لئے مرحب کی تھی سپر
پھر خود و فرق و گردن و سینہ دل و جگر
پھر زین و زیر بند کے ساتھ اسپ کی کمر

(۳۶) یہ اسپ پر رُکی نہ کسی فیل پر رُکی
اب جو چلی تو شہپرِ جبریلؑ پر رُکی

پیہم اسی طرح ہیں سفر میں یہاں سبھی
جو سانس اس سفر میں ہے، منزل ہے موت کی
جیسے رواں دواں ہے ہر انساں کی زندگی
یہ ظاہری حیاتِ نبیؐ بھی سفر میں تھی

(۳۷) جینے سے جب رسولؐ کا دل سیر ہو گیا
ڈوبا یہ آفتاب تو اندھیر ہو گیا

اِک ماہتاب بھی تھا پسِ دورِ آفتاب
مسند تھا جس کی فرشِ زمیں، وہ ابوترابؑ
دیکھی جو اس میں مہرِ رسالتؐ کی آب و تاب
کر کے خدا نے اس کو زمانہ میں انتخاب

(۳۸) فرشِ زمیں کو مسندِ شاہی بنا دیا
سائے کو اس کے ظلِّ الٰہی بنا دیا

ہاں ساقیِ ازل وہ پلا اب مجھے شراب
جو ہو کشیدِ میکدۂ حُبِّ بوترابؑ
پینے پہ جس کے اجر، پلانے پہ ہے ثواب
ہے جس کی چھوٹ مطلعِ مدحت کی آب و تاب

(۳۹) ذکر اس کا آگیا ہے جو ساقی نجف میں ہے
وہ آفتابِ حُسن جو برجِ شرف میں ہے

انگڑائی اس کی جیسے کڑکتی ہوئی کماں
اس کی نگاہ، جیسے چمکتی ہوں بجلیاں
اس کا جمال، حُسنِ گلستانِ کن فکاں
اس کا شباب جیسے دھنک رنگ کہکشاں

(۴۰) ایسی چمک دمک ہے جبینِ خوش آب پر
پرچھائیں پڑ گئی ہے رُخِ ماہتاب پر

لایا وہ یوں نظامِ حکومت میں انقلاب
عیاشیوں سے ہوتے تھے حکام جو خراب
بند اُن پہ کرکے عشرتِ بے جا کے سارے باب
اس نے عوام کو بھی دیا حقِّ احتساب

(۴۱) آئینِ حکمرانیِ حق ملا کلام ہے
اس کا وہ خط جو مالکِ اشترؓ کے نام ہے

لیتے جو اس سے روشنی ملت کے شیخ و شاب
حق کے سفر میں ان سے نہ چھٹتی رہِ صواب
شب زادگانِ حرص کی نظریں جو تھیں خراب
وہ ہو سکے نہ چاند کے جلووں سے فیضیاب

(۴۲) اُٹھے جو بے چراغ قدم رہگوار میں
رستہ بھٹک گئے ہوسِ اقتدار میں

سمجھا جو اقتدار ہی کو باعثِ شرف
اہلِ نفاق حق کو بنانے لگے ہدف
راہِ وفا میں بکھرے تھے کانٹے ہر اِک طرف
دنیا پرست دیں کے مقابل تھے صف بہ صف

(۴۳) منزل جو اقتدار کی ان کی نظر میں تھی
فکرِ ہوس اسی کی طرف اب سفر میں تھی

اسلام جن کا تھا بہ تقاضائے مصلحت
ایمان ان کا کھلنے لگا تھا پرت پرت
اب رُخ انہوں نے موڑ کے سوئے ملوکیت
دی کاروانِ حق کو نئی منزل و جہت

(۴۴) اب اور سمت دینِ الٰہی سفر میں تھا
اسلام سوئے مسندِ شاہی سفر میں تھا

بندے خدا کے ہوگئے جو نفس کے غلام
دینِ خدا کو لے لیا شاہی نے زیرِ دام
حق کی سحر پہ چھاگئی اب تیرگیِ شام
تکریمِ زر حلال ہوئی، بوذرؓ حرام

(۴۵) اسلام اہلِ جبر کے پنجے میں آگیا
ایماں ملوکیت کے شکنجے میں آگیا
بعدِ حصولِ مسندِ شاہی و سلطنت
اب تھی ملوکیت کی نئی منزل و جہت
رُخ اُس نے اپنا موڑ کے سوئے یزیدیت
بالکل بدل کے رکھ دی شریعت کی ماہیت

(۴۶) فکرِ یزیدِ لعین یہ تھی کہ اسلام کھیل ہے
قرآن و وحی و مذہب و پیغام کھیل ہے
بیٹھا یزیدِ لعین اب جو خلافت کے تخت پر
اسلام بھی لرز گیا اس امرِ سخت پر
زخم اب لگے وہ حق کے دلِ لخت لخت پر
جیسے چلائے کوئی کلہاڑے درخت پر

(۴۷) نکلی صدائے آہ دلِ مشرقین سے
بیعت طلب یزیدِ لعین ہوا اب حسینؑ سے

تھی سخت ناگوار خلافت یزیدؔ کی
ان کو، جنہیں تھی یاد ابھی سیرتِ نبیؐ
اِک تھیں جنابِ عائشہ اِک آپ کے اخیؑ
ابنِ عمر بھی ان میں تھے، ابنِ زبیر بھی

(۴۸) عباسؓ کے پسر جو دلِ حق کا چین تھے
ان سب سے بڑھ کے جانِ شریعت حسینؑ تھے

صادر ہوا مدینہ میں اب نامۂ یزیدؔ
کچھ مضطرب سا ہوگیا پڑھ کر جسے ولید
مروانؔ تھا مشیر حکومت کا زر خرید
کہنے لگا، حسین کو کردو یہیں شہید

(۴۹) بیعت کو تو کبھی بھی نہ وہ سر جھکائیں گے
ہاں، اب نکل گئے تو نہ پھر ہاتھ آئیں گے

لیکن حسینؑ آبروئے مشرقین تھے
انسانیت کی آس، دلِ حق کا چین تھے
جاہ و جلالِ فاتحِ بدرو حنین تھے
بس مختصر سی بات یہ ہے، وہ حسینؑ تھے

(۵۰) ٹھوکر سرِ غرور پہ اِک مار کر اُٹھے
زعمِ یزیدؔ نحس کو للکار کر اُٹھے

بیعت حسینؑ آج یہ کر لیتے گر قبول
بن جاتا حشر تک کے لئے بس یہی اصول
زانی، شراب خوار، ستم پرور و جہول
جو اقتدار میں ہو وہی نائبِ رسولؐ

(۵۱) بیعت سے جو حسینؑ نے انکار کردیا
طاقت کے اس اصول کو مسمار کردیا

تاریخ آرہی تھی اب اِک ایسے موڑ پر
جس پر تھی ہر زمانے کے انسان کی نظر
جس سے شروع ہونے کو تھا اب بکرّ و فر
ایثار کا، وفا کا، شہادت کا اِک سفر

(۵۲) درکار تھی جو خون کی ضو مشرقین کو
اب کربلا پکار رہی تھی حسینؑ کو

اب تک حسینؑ کو جو تھا صلحِ حسنؑ کا پاس
خاموش تھا بہ مصلحتِ حق یہ حق شناس
سبطِ نبیؐ پہ کر کے اب اوروں کا جو قیاس
بیعت طلب ہوا وہ یزیدِؔ لعن ستم اساس

(۵۳) کچھ فیصلے کیے وہ شہِ مشرقین نے
تاریخ کا بدل دیا دھارا حسینؑ نے

خود جان دے کے حق کو بچانے کا فیصلہ
بیعت نہ کر کے سر کو کٹانے کا فیصلہ
طاقت کے فلسفے کو مٹانے کا فیصلہ
قصرِ یزیدیتؔ لعنہ کو گرانے کا فیصلہ
(۵۴) ممکن نہ تھا کہ حق کے سفینے کو چھوڑ دیں
یہ فیصلہ کیا کہ مدینے کو چھوڑ دیں

عباسؑ سے یہ کہنے لگے شاہِؑ خاص و عام
کیجے بس اب سفر کا بہت جلد انتظام
اتنے میں یہ کسی نے کہا، اے شہِؑ انام
دشمن ہوئے ہیں آپ کے سب ظالمانِ شام
(۵۵) ممکن جو یہ نہ ہو کہ سفر سے حذر کریں
سیدانیوں کو لے کے نہ ہرگز سفر کریں

جا کر کسی نے زینبؑ مضطر سے کہہ دیا
شہؑ کو ابھی دیا ہے کسی نے یہ مشورہ
سب بیبیوں کو چھوڑیں یہیں
ساتھ آپؑ کو بھی لے ـــ
(۵۶) سنتے ہی
زینبؑ تڑپ

گھبرا کے پاس بھائی کے جلدی سے آئیں اب
کہنے لگیں کہ ہائے یہ کس نے دیا تعب
بھائی بہن کو چھوڑ کے جائے، ارے غضب
بھیا میں چُھٹ کے آپؑ سے زندہ رہوں گی کب
(۵۷) ساتھ آپؑ کے جو اے شۂِ صفدر نہ جاؤں گی
اس صدمۂ فراق سے کیا مر نہ جاؤں گی

کہنے لگے حسینؑ، نہ ہوں آپؑ دل ملول
یہ مشورہ تو میں نے کیا ہی نہیں قبول
وابستہ اس سفر سے ہے مقصد کا جو حصول
اس میں مدد کریں گی مری ثانیِٔ بتولؑ
(۵۸) کیا جانتا نہیں عَظَمت آپؑ کی حسینؑ
آپؑ اس سفر کی راہ میں ہیں دوسری حسینؑ

کردیں گے جب شہید ہمیں بانیِ فساد
تشہیر تب حرم کو کریں گے وہ بد نہاد
پوری کریں گی آپؑ بس اُس دَم مری مراد
پہنچائیں گی عوام تلک مقصدِ جہاد
(۵۹) روئے ملوکیت سے اُٹھا کر نقاب کو
اِک روح تازہ دیں گی مرے انقلاب کو

زینبؑ جو مطمئن ہوئیں تو آئی اِک ندا
بے نام راستوں پہ چلے چھپ کے قافلا
بولے حسینؑ، یہ ہے طریقہ فرار کا
ابنِ زبیر چھپ کے گئے، میں نہ جاؤں گا

(۶۰) اظہارِ حق و صدق سے عاری نہیں ہوں میں
کرّارؑ کا پسر ہوں، فراری نہیں ہوں میں

بس اہتمام سب کی سواری کا اب ہوا
جس کا جنازہ تیرگیٔ شب میں تھا اُٹھا
یہ اس کی بیٹیوں کے لئے انتظام تھا
پردے کے منتظم تھے جو عباسؑ باوفا

(۶۱) وہم و گماں کو اذنِ رسائی نہیں دیا
سایہ بھی دور دور دکھائی نہیں دیا

زہراؑ کی بیٹیوں کا جو واجب تھا احترام
قدرت نے خود کیا تھا یہ پردے کا اہتمام
چادر نے تیرگی کی چھپا دی زمیں تمام
پردے میں شب کے چھپ گیا مہرِ فلک مقام

(۶۲) نکلا نہ چاند حجرۂ بالائے بام سے
تاروں نے بھی چراغ جلائے نہ شام سے

جب انتظام کر چکے عباسِ نامدار
اہلِ حرمؑ کو ناقوں پہ کرنے لگے سوار
صغراؑ کو چھوڑنے سے جو ہیں شاہؑ بے قرار
بیٹی سے ملنا چاہتے ہیں اور ایک بار
(۶۳) وہ بھی غمِ فراق سے اتنی نڈھال ہے
تپ کا نہ غم نہ ضعف کا اس کو خیال ہے

پیہم ہے اپنے دل سے یہی گفتگوئے غم
افسوس ہم کو دیتے ہیں فرقت کا سب اَلم
کہتے ہیں سب کہ ہم میں سفر کا نہیں ہے دَم
کیا گھر میں رہ گئے بھی تو زندہ رہیں گے ہم
(۶۴) گھر ہو کہ قبر، ہم کو تو دن رات ایک ہے
نکلے یہاں کہ راہ میں دَم، بات ایک ہے

اس گھر میں کیا رہوں کہ جہاں باپ ہوں نہ ماں
تنہائی مجھ کو کھائے گی بس رات دن یہاں
ڈھونڈوں گی اپنی بالی سکینہؑ کو میں کہاں
دل پر لگیں گی فرقتِ اکبرؑ کی برچھیاں
(۶۵) اصغرؑ نہ ہوں تو کس کو میں جھولا جھلاؤں گی
کس کو تھپک کے میں لوری سلاؤں گی

ہے اس طرف حسینؑ کو بھی سخت اضطرار
بیٹی کو گھر میں چھوڑ کے جانا ہے دل پہ بار
بیٹی بھی وہ جو تپ سے ہوئی ہے نحیف و زار
بیمار بھی ہے، صدمۂ فرقت کی بھی شکار
(۶۶) اس غم سے بے قرار بہت آپ بھی تو ہیں
مولاؑ فقط امامؑ نہیں، باپ بھی تو ہیں

ایسے میں آئے رخصتِ آخر کو اس کے پاس
محسوس یہ ہوا کہ ہے اب زندگی سے یاس
بکھرے ہوئے ہیں بال، عیاں ہے غم و ہراس
زندہ ہے اس طرح سے کہ مردے کا ہو قیاس
(۶۷) چہرہ تمام درد کی شدت سے زرد ہے
رُخ پر ابھی سے اس کے یتیمی کی گرد ہے

یہ حال جو حسینؑ نے دیکھا تڑپ گئے
لیکن خموش رہ گئے اس کے خیال سے
ضبطِ اَلم سے خود کو سہارا دیئے ہوئے
بیٹی کو اب گلے سے لگایا جو باپ نے
(۶۸) وہ دل ہی جانتا ہے جو دل پر گزر گئی
حیرت تو یہ ہے کیوں نہ وہ بیمار مر گئی

انجام اس سفر کا سمجھتے تھے خوب شاہؑ
حسرت سے جب تو اشک تھے آنکھوں میں، دل میں آہ
لیکن ہوا جو کرتی ہے اِک دل کو دل سے راہ
صغرؔا کا حال بھی تھا اسی واسطے تباہ

(۶۹) یہ تو خبر نہ تھی کہ پدر اب نہ آئیں گے
یہ تھا خیال، آئے تو مجھ کو نہ پائیں گے

اب اس فضائے درد میں کیسے کھلی زباں
کس طرح گفتگو ہوئی دونوں کے درمیاں
اِک دوسرے سے کیسے کیا حالِ دل بیاں
شاید کہ اشک بن گئے دونوں کے ترجماں

(۷۰) تلقینِ صبر کر کے شہِؑ مشرقین نے
دامن سے اشک بیٹی کے پونچھے حسینؑ نے

عباسؑ بھی ادھر گئے رخصت کو ماں کے پاس
ماں نے گلے لگا کے کہا یہ بہ درد و یاس
بجھتی نہیں ہے کیوں مری آنکھوں کی آج پیاس
کچھ دیر اور بیٹھو ابھی اے وفا شناس

(۷۱) جی چاہتا ہے شانِ علیؑ دیکھتی رہوں
تا زندگی میں تم کو یونہی دیکھتی رہوں

پھر یہ کہا کہ اب یہ سنو گوش و ہوش سے
گر معرکہ ہو شہؑ کا کسی حق فروش سے
کرنا مدد حسینؑ کی جوش و خروش سے
اعداء کے سر اتارنا اِک اِک کے دوش سے

(۷۲) مانگا تھا حق سے ہم نے تمھیں ان کے واسطے
پالا ہے ہم نے تم کو اسی دن کے واسطے

دیکھو حسینؑ پر نہ کوئی ظلم ڈھانے پائے
کوئی تمھارے ہوتے نہ ان کو ستانے پائے
زہراؑ کا دل لحد میں نہ کوئی دُکھانے پائے
دیکھو وفا کے نام پہ دھبہ نہ آنے پائے

(۷۳) بد ہوں اثر جو گردشِ لیل و نہار کے
سر پھینکنا حسینؑ پہ صدقہ اتار کے

اس کا رہے خیال، وہ آقا ہیں، تم غلام
تم ان کی خاکِ پا ہو، وہ کونین کے امامؑ
حاصل مجھے شرف جو ہے اے میرے نیک نام
وہ سب ہے بس حسینؑ کے صدقے میں لا کلام

(۷۴) ماں کی طرح اگرچہ میں ان کو عزیز ہوں
لونڈی ہوں فاطمہؑ کی، علیؑ کی کنیز ہوں

رخصت جو ایک ایک سے سب ہو چکے شتاب
ناقوں پہ اب سوار ہوئی آلِ بوترابؑ
آیا جو راہوارِ شہِؑ آسماں جناب
رعب و جلال آگے بڑھے تھامنے رکاب
(۷۵) بازو پکڑنے غیرتِ الیاسؑ آگئے
اکبرؑ سے پہلے دوڑ کے عباسؑ آگئے

حکمِ روانگی جو دیا اب امامؑ نے
سب جانے والے چلنے پہ تیار ہو گئے
تھامیں مہاریں اونٹوں کی چلنے کے واسطے
ناقے جو اُٹھے، بیٹھ گئے دل ہر ایک کے
(۷۶) شورِ فغاں بلند ہوا ہر مکان سے
آئی صدائے آہ و فغاں آسمان سے

صغراؑ تڑپ کے بولی، خدارا نہ جایئے
مرجائے گی کنیز یہ، آقاؑ نہ جایئے
اصغرؑ کو لے کے اے شہِؑ والا نہ جایئے
مجھ کو اکیلا چھوڑ کے بابا نہ جایئے
(۷۷) جاتے ہیں تو سکینہؑ کو دے دیجئے مجھے
اِک بار پھر گلے سے لگا لیجئے مجھے

لیکن یہ غم تو اب ہے مقدر غریب کا
مٹتا نہیں کسی سے بھی لکھا نصیب کا
چلتا نہیں قضا پہ کبھی بس طبیب کا
یہ بھی تو ایک رُخ ہے جہانِ عجیب کا

(۷۸) دل کی یہ آگ غم کی فضا میں دھواں ہوئی
صغراؑ کی آہ بس جرسِ کارواں ہوئی

باقی ابھی تھی رات کہ یہ کارواں چلا
تھی دور ابھی سحر کہ مدینہ اُجڑ گیا
چشم و چراغِ حیدرؑ و زہراؑ جو اب نہ تھا
تاریک ہو کے رہ گیا بس شہرِ مصطفےٰؐ

(۷۹) رخصت ہوئے حسینؑ جو قبرِ رسولؐ سے
نکلی صدا فغاں کی مزارِ بتولؑ سے

رخصت ہوئے مدینے سے یوں سیّدِ کریمؑ
جیسے چمن سے پھول، صدف سے دُرِ یتیم
بو گل سے، ضو چراغ سے، گلزار سے نسیم
سینے سے دل، حرم سے علیؑ، طور سے کلیمؑ

(۸۰) بزمِ فلک سے ماہِ منور نکل گیا
قرآں سے گویا سورۂ کوثر نکل گیا

اس شان سے حسینؑ کا یہ قافلہ چلا
سایہ فگن سروں پہ ہوئی رحمتِ خدا
فتح و ظفر نے تھامی رکابِ شہِؑ ہدا
اقبال آگے آگے چلا دوڑتا ہوا

(۸۱) پہلو میں بھائی اِک دلِ حسّاس کی طرح
نصرت جلو میں حضرتِ عباسؑ کی طرح

اس شان سے چلا تھا مدینے سے کارواں
جس کے شکوہ سے تھا یہ ہر گام پر عیاں
ہجرت کے غم سے گو ہے دل ہر ایک کا تپاں
لیکن یہ ہیں رسولؐ کی عظمت کے پاسباں

(۸۲) ناموسِ مصطفےٰؐ ہیں رسالت کی جان ہیں
حیدرؑ کی آن بان ہیں زہراؑ کی شان ہیں

ناقے پہ سب سے آگے دلِ سیّد البشرؐ
جیسے فرازِ طور پہ ہو نور جلوہ گر
یا اوجِ آسماں پہ تجلّی فشاں قمر
ہالے کی طرح گرد ہیں سب بھائی اور پسر

(۸۳) وارث جو شیرِ حق کے جلالت مآب ہیں
جاہ و جلال و رعب و ادب ہم رکاب ہیں

ان کے عقب میں ناقوں پہ ہیں کچھ عماریاں
پردے عماریوں پہ حرم جن میں ہیں نہاں
تلواریں کھینچے چاروں طرف ہاشمی جواں
عباسؑ گشت پہ ہیں مسلسل یہاں وہاں

(۸۴) پہرے پہ دیکھ کر پسرِ بوترابؑ کو
دیکھے ادھر یہ تاب نہ تھی آفتاب کو

رخصت ہوئے مدینے سے جو سبطِ مصطفےٰؐ
مکہ میں جا کے حج کے لئے کارواں رکا
یہ پہلا مرحلہ سفرِ آخرت کا تھا
دیکھا وہاں بھی شہؑ نے کچھ ایسا ہی ماجرا

(۸۵) منصوبۂ شہادتِ سرورؑ لئے ہوئے
قاتل تھے آستیوں میں خنجر لئے ہوئے

یہ دیکھ کر حسینؑ نے حج ترک کردیا
کی ساتھیوں سے کہہ کے یہ، عمرہ پہ اکتفا
باہر حرم کے قتل کریں مجھ کو اشقیا
لیکن حرم میں خون نہ ہرگز بہے مرا

(۸۶) یہ گھر خدا کا خوں میں نہانے نہ دوں گا میں
کعبہ کا احترام مٹانے نہ دوں گا میں

ہونے لگے حرم سے جو اہلِ حرم جدا
در پیش تھا سفر کو اب ایک اور مرحلا
یہ خوب جانتا تھا سفینے کا ناخدا
اس کاروانِ صبر کی منزل ہے کربلا

(۸۷) منزل جو مل گئی تو سفر یہ تمام ہے
اب اس کے آگے موت ہے یا قیدِ شام ہے

ہوں گے شہیدِ ظلم وہاں سبطِ مصطفاً
جاں اپنی دیں گے نہر پہ عباسِؑ با وفا
نیزہ لگائیں گے دلِ اکبرؑ پہ اشقیا
پامال ہوگا قاسمِؑ نوشاہ بے خطا

(۸۸) زینبؑ کے لعل ہوں گے فدا حق کی راہ میں
اِک بے زباں بھی ہوگا قضا کی نگاہ میں

ساحرؔ چلے گا لُٹ کے وہاں سے جو کارواں
کس بیکسی سے ہوگا سفر طے وہ، الاماں
ناقوں پہ بے ردا وہ محمد کی بیٹیاں
عابدؑ مہار تھامے ہوئے مثلِ ساربان

(۸۹) وہ راہِ شام و کوفہ میں آفت کی منزلیں
وہ حشر کا سفر، وہ قیامت کی منزلیں

مرثیہ ۔ ۵

بعنوان ''واپسی''

آغازِ تصنیف مرثیہ: ۴؍اگست ۱۹۹۳ء
تکمیل بحمداللہ: ۲۵؍اگست ۱۹۹۳ء

(۱)
جب وقتِ نظمِ فکرِ سخنور سفر میں ہو
منزل کمالِ شعر و سخن کی نظر میں ہو
عرشِ ہنر کو چھو لیں، یہ سودا بھی سر میں ہو
کچھ واپسی کی فکر نہ راہِ ہنر میں ہو
اس وقت مدّ و جزر سے ہاتھوں بڑھا ہوا
ہوتا ہے بحرِ فکر کا پانی چڑھا ہوا

(۲)
ہے فکر ہی کی طرح فن اِک بحرِ بیکراں
چلتی ہیں جس میں حُسنِ تخیّل کی کشتیاں
ملّاح ہے قلم تو حروف اُن کے بادباں
موجوں کی طرح بہتے ہیں مصرعے جو ہوں رواں
اس بحر میں سفر کی کہاں سب کو تاب ہے
جو اس میں ڈوب جائے وہی کامیاب ہے

اِک بحر یہ ہے، بحرِ مضارع ہے جس کا نام
اس دم ہے جس میں محوِ سفر میری فکرِ خام
آتے ہیں اس میں اخرب و مکفوف کے مقام
ہوتی ہے جا کے منزلِ محذوف پہ تمام

(۳)
اس راستے میں نقطۂ شک کا گزر نہیں
اور ہو اگر تو پھر وہ سقر ہے سفر نہیں

اس بحر میں رواں ہے مری کشتیِ ہنر
اس کشتیِ ہنر کا ہے یہ دوسرا سفر
پہلا سفر شروع ہوا تھا بکرّ و فر
سازِ ازل کے نغمۂ "کُن" کی صداؤں پر

(۴)
جب کاروانِ فکر وہ، تا کربلا گیا
دشوار منزلوں سے گزرتا ہوا گیا

اِک مرثیہ سفر پہ ابھی کہہ چکا ہوں میں
پھر فکر کے سفر پہ روانہ ہوا ہوں میں
دو ماہ میں یہ دو سفر، ایسا بھی کیا ہوں میں
اب واپسی کی فکر میں الجھا ہوا ہوں میں

(۵)
طالب کرم کا ہوں میں خدائے قدیر سے
امداد چاہتا ہوں جنابِ امیرؑ سے

اس بحرِ فکر میں ہے مسلسل جو یہ بہاؤ
کہہ کر علیؑ علیؑ ذرا لنگر تو اب اُٹھاؤ
ساحل پہ جو غدیر کے رندوں کا ہے جماؤ
ساحرؔ وہیں پہ ٹھہرے گی جا کر تمہاری ناؤ

(۶) یہ کشتیِ مراد جو ساحل پہ جائے گی
بیشک سفر سے تم کو ظفر ہاتھ آئے گی

میخانۂ علیؑ سے ملے گا جو ایک جام
بس اس میں ڈوب جائیں گی یہ مشکلیں تمام
ہوگا غزالِ فکر بھی اِک دم کے دم میں رام
حُسنِ کلام پھر چمک اُٹھے گا لا کلام

(۷) ساغر میں عکسِ ساقیِ کوثرؑ جو آئے گا
پھر کعبۂ ہنر میں بھی در کُھل ہی جائے گا

ساقی مجھے اب اپنی محبت کی مئے پلا
پیمانۂ وفا میں مودّت کی مئے پلا
جامِ وِلا میں حُسنِ عقیدت کی مئے پلا
ساغر میں فن کے فکرِ حقیقت کی مئے پلا

(۸) امداد تیری اب جو مری ہمرکاب ہو
میرا یہ واپسی کا سفر کامیاب ہو

گھر سے نکلتا ہے جو بشر بھی پئے سفر
اس کے عزیز اس کے سب احبابِ خوش سیَر
کرتے ہیں یہ دعا کہ ہو واپس وہ جلد تر
ہو خیریت کے ساتھ پھر آباد اس سے گھر

(۹)
آتا ہے جب پلٹ کے مسافر ہنسی خوشی
ہوتی ہے اُس کی دید سے بھی عید سی خوشی

وہ بھی سفر ہیں جن سے کبھی واپسی نہیں
ان کے مسافروں کی تو منزل کوئی نہیں
تھک کر جہاں پہ سانس رُکی پھر چلی نہیں
آوارگی مزاج کی پھر بھی گئی نہیں

(۱۰)
شوقِ سفر نے راہ کو آسان کردیا
خود اپنے ہی وجود کو قربان کردیا

دُودِ چراغ و بوئے گُل و نالۂ جگر
دریا کی موج، آنکھ سے ٹپکا ہوا گُہر
جھونکا ہوا کا، عہدِ جوانی کی دوپہر
چلّے سے تیر، منہ سے سخن، آگ سے شرر

(۱۱)
ان کے پلٹ کے آنے کی صورت نہیں کوئی
یہ وہ سفر ہیں جن سے کبھی واپسی نہیں

تارا گرے جو ٹوٹ کے اپنے مدار سے
نکلے جو آہ، آہ دلِ بیقرار سے
نغمہ مچل مچل کے رہا ہو جو تار سے
موتی گریں جو ٹوٹ کے ابرِ بہار سے

(۱۲) منزل پہ پھر پلٹ کے تو آتا نہیں کوئی
واپس پھر اس مقام پہ جاتا نہیں کوئی

تارا مگر جو آیا بڑی آب و تاب سے
گھر میں علیؑ کے انجمنِ ماہتاب سے
چمکا کچھ اور خاکِ درِ بوترابؑ سے
واپس گیا فلک پہ علیؑ کی جناب سے

(۱۳) اس کے نصیب کا جو ستارہ چمک گیا
پیشانیِ فلک پہ دوبارہ دمک گیا

ہے آفتاب کا بھی کچھ ایسا ہی ماجرا
ڈوبے جو ایک بار تو سمجھو کہ بس، گیا
واپس کبھی وہ دن کے سفر سے نہ آئے گا
اِک دن مگر یہ نظم خدا نے بدل دیا

(۱۴) حق نے عجب شرف یہ دیا بوترابؑ کو
پلٹا دیا علیؑ کے لئے آفتاب کو

دنیا سے جب بھی جائے کوئی پیشِ کردگار
واپس جہاں میں آ نہیں سکتا وہ زینہار
لیکن ہے ایک واپسی دنیا میں یادگار
معراج پر گئے جو رسولؐ فلک وقار

(۱۵)
جلوہ تھا عرش پر جو مہِ عید کی طرح
پلٹے وہاں سے رجعتِ خورشید کی طرح

تشریف لے گئے تھے جو معراج پر حضورؐ
بزمِ دنیٰ میں پردۂ اونیٰ تھا گو ضرور
پردے سے چھن رہا تھا جو دونوں طرف کا نور
کچھ ماند پڑ گئی تھی ضیائے چراغِ طور

(۱۶)
جلووں کی تاب چشمِ نبیؐ کا کمال تھا
موسیٰؑ جو ہوتے ہوش میں آنا محال تھا

واپس ہوئے وہاں سے جو اب سید البشرؐ
رف رف سوار آئے اُتر کر زمین پر
محبوبِ حق تھے جن کی نگاہوں میں معتبر
وہ جھوم اُٹھے سُن کے یہ معراج کی خبر

(۱۷)
جو بے یقیں تھے، لائے وہ کوڑی یہ دُور کی
شاید کے آنکھ لگ گئی ہوگی حضورؐ کی

ناواقفِ مقام پیمبرؐ تھے وہ سبھی
کہتے تھے جو کہ خواب میں معراج ہوگئی
ان کی نظر میں کھیل تھی گویا پیمبری
لیکن نبیؐ کے سچ کی گواہی علیؑ نے دی

(۱۸) ظاہر کیے شکوک جو برنا و پیر نے
تصدیق کی سفر کی جنابِ امیرؑ نے

میں خادمِ غلامِ جنابِ امیرؑ ہوں
سرشارِ نشہ مئے خمِ غدیر ہوں
مُلکِ سخن میں شاہِ نجف کا سفیر ہوں
ہم نطقِ جبرئیلؑ و انیسؔ و دبیرؔ ہوں

(۱۹) منظر مری نظر میں ہے بزمِ غدیر کا
پیالہ پئے ہوئے ہوں جنابِ امیرؑ کا

ہاں ساقیا عطا ہو وہ اب ساغرِ ولا
کھنچ آئے میرے جام میں یہ خُم کا میکدا
پَر تَو جو اپنا ڈال دے ساغر پہ تو ذرا
پانی بھی جو پیوں تو مزہ ہو شراب کا

(۲۰) ٹپکیں ترے جبیں سے جو بوندیں گلاب کی
کچھ اور تیز کردیں وہ مستی شراب کی

وہ مے کہ جس کا عرشِ الٰہی سے ہے نزول
جس کا حصول ساری تمناؤں کا حصول
ساغر میں جس کے تیر رہے ہیں جناں کے پھول
جو حج سے واپسی پہ پلاتے ہیں خود رسولؐ

(۲۱)
کوثر ہے جس کی نہر فرشتوں کی رائے میں
وہ میکدہ کھُلا ہے ببولوں کے سائے میں

وہ پہلا اور آخری حج تھا رسولؐ کا
حج کے لئے گئے تھے جو پیغمبرِؐ خدا
حجاج ان کے ساتھ تھے اِک لاکھ سے سِوا
چشمِ فلک نے دیکھا نہ تھا ایسا قافلہ

(۲۲)
جیسے ملک خدا نے اتارے زمین پر
بکھرے ہوئے تھے عرش کے تارے زمین پر

سالارِ کارواں تھے رسولِؐ فلک وقار
تھے اقتداء میں جن کی مسلمان سو ہزار
کثرت میں ایسا جلوۂ وحدت تھا آشکار
توحید کے ترانوں سے صحرا تھے نغمہ زار

(۲۳)
یہ وہ سفر تھا جس میں ظفر اُن کے ہاتھ تھی
منزل قدم سے لپٹی ہوئی ساتھ ساتھ تھی

پھیلا ہوا تھا نورِ رسالت جو دور تک
ذرّوں پہ تھا زمیں کے نجوم فلک کا شک
لبیک کی صدائیں جو پہنچی تھیں تا فلک
جھک جھک کے دیکھتے تھے زمیں کی طرف ملک

(۲۴) بے آب وادیوں میں غضب کی بہار تھی
انفاسِ مصطفیٰؐ سے فضا مشکبار تھی

جب اس سفر کی منزلِ اوّل ہوئی تمام
حج کر چکے رسولؐ کے ہمراہ خاص و عام
اب اُن کی واپسی کا تھا مکّہ سے اہتمام
پلٹے عجیب شان سے حجاجِ نیک نام

(۲۵) برقِ نگاہِ حق کی طرح کوندتے ہوئے
توقیرِ کفر پاؤں تلے روندتے ہوئے

جاری تھا واپسی کا سفر یہ کہ ناگہاں
جبریلؑ لائے وحیِ خداوندِ انس و جاں
بعدِ سلام عرض کی، اے شاہؐ مرسلاں
کرتا ہوں اب یہ مرضیِ رب آپ پر عیاں

(۲۶) ارشاد ہے حضورؐ سے یہ کردگار کا
پہنچادیں وہ، جو حکم ہے پروردگار کا

پہنچا دو اے رسولؐ وہ سب کچھ پئے خدا
نازل تمھارے رب کی طرف سے جو ہو چکا
ہاں اے رسولؐ تم نے گر ایسا نہیں کیا
انجام گویا کارِ رسالت نہیں دیا
(۴۷) اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا
کفّار کو نہ راہِ ہدایت دکھائے گا

آتے ہی حکمِ وحی، رسولِؐ فلک حشم
تعمیلِ حکم پر ہوئے تیار ایک دم
روکے غدیرِ خُم پہ جو بڑھتے ہوئے قدم
حجاج میں یہ ہونے لگی گفتگو بہم
(۴۸) شاید حضورؐ وحی کی باتیں بتائیں گے
صاحب نظر کو جلوۂ ایماں دکھائیں گے

اب خُم سے تا بہ عرش یہی ایک دھوم تھی
جاروب کش ہوں آکے ہوائیں بہشت کی
چھڑکاؤ کردے ابرِ بہار آکے سرسری
سورج بجائے دھوپ کے لے آئے چاندنی
(۴۹) ہاں چترِ زرنگار لئے آفتاب آئے
کوثر سے اہلِ بزم کی خاطر شراب آئے

تزئین کارِ خلد و جناں دشتِ خم میں آئیں
یہ محفلِ غدیر دلھن کی طرح سجائیں
تحفے سب انس و جن و ملک بہرِ نذر لائیں
سرکار ہے بڑی تو بڑی ڈالیاں لگائیں

(۳۰) کلیاں دلوں کی گوندھ کے تارِ نگاہ میں
دیں نذر بارگاہِ شہؐ حق پناہ میں

اس اَمر سے ہوا جو اب آگاہ ہر بشر
وہ ست رو جو پیچھے تھے پہنچے وہ جلد تر
جو آگے بڑھ گئے تھے انہیں دی گئی خبر
پلٹے وہ سب بحکمِ شہنشاہؐ بحر و بر

(۳۱) کوئی سبب بتایا نہیں، بس بلا لیا
جاتی ہوئی بہار کو واپس بلا لیا

مرکز پہ آگئے جو یہ سب میمنت لزوم
اس طرح خُم میں ہوگیا حجاج کا ہجوم
بزمِ فلک میں جیسے چمکتے ہوئے نجوم
حیّ علیٰ کا شور ہے خیر العمل کی دھوم

(۳۲) یہ بے گیاہ دشت بھی رشکِ بہشت ہے
میدانِ خُم کا وادیِ مینو سرشت ہے

اس خطۂ زمیں پہ عجب بزم یہ سجی
جس میں ہوئے ہیں جمع بیک وقت یہ سبھی
حجاج بھی، ملک بھی، علیؑ بھی، رسولؐ بھی
اب خُلد کو ہے خُم سے تمنائے ہمسری

(۳۳) اس وقت اس کو فوق ہے دنیا جہان پر
پھر کیوں نہ ہو زمیں کا دماغ آسمان پر

اِک تختۂ بہار ہے صحرا کا عرض و طول
اُڑتی ہے مثلِ عنبر و مشک اس زمیں کی دھول
حجاج ہیں کہ دشت میں بکھرے ہوئے ہیں پھول
پھولوں کے بیچ میں ہیں گُلِ سر سبد رسولؐ

(۳۴) منبر کجاؤوں کا وہ ببولوں کی چھاؤں میں
گویا نبیؐ ہیں خُلد کے پھولوں کی چھاؤں میں

منبر پہ آئے شانِ رسالت لئے ہوئے
لوحِ جبیں میں نورِ ہدایت لئے ہوئے
نطق و بیاں میں شہدِ فصاحت لئے ہوئے
تکمیلِ دیں کی ذہن میں آیت لئے ہوئے

(۳۵) آغاز میں جو حمدِ خدائے جلیل کی
موجیں رواں زباں سے ہوئیں سلسبیل کی

تھا اِک سوال ازل میں "اَلَسْتُ بِرَبِّکُم"
ایسا ہی اِک سوال ہے اب اور بزمِ خُم
ہے کس کا نفس تم سے مقدم، بتاؤ تم
بولے بیک زبانِ ادب سے وہ تُم نُھُم

(۳۶) ہم کب یہ رازِ خالقِ اکبر سمجھتے ہیں
اللہ اور رسولؐ ہی بہتر سمجھتے ہیں

ہاتھوں پہ اب علیؑ کو اُٹھایا رسولؐ نے
چومے نبیؐ کے ہاتھ امامت کے پھول نے
منظر یہ دیکھا بزم کے کُل عرض و طول نے
اب تو نہ لوگ پائیں گے اس دن کو بھولنے

(۳۷) ذہنوں پہ نقش چھوڑ کے اس اہتمام سے
کروایا قوم کو متعارف امامؑ سے

فرمایا پھر، سُنو، مرا مولا ہے کردگار
اور مومنوں کے نفس پہ مجھ کو ہے اختیار
مولا ہوں تم سبھوں کا میں، اے قومِ حق شعار
"مَن کُنت" کہہ کے پھر یہ کہا تین چار بار[1]

(۳۸) دیکھو تمھارے نفس سے اولیٰ علیؑ بھی ہیں
میری طرح سے خلق کے مولا علیؑ بھی ہیں

(۱) عموماً بعض روایات میں ہے کہ تین بار کہا لیکن امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے کہ چار مرتبہ کہا۔ ساحرؔ

کہنا تھا یہ کہ آکے ملک نے یہ عرض کی
شکرِ خدا کہ دین کی تکمیل ہوگئی
نعمات بھی تمام ہوئے آج یا نبیؐ
یہ دین کرلیا ہے خدا نے پسند بھی

(۳۹)
یہ بات اس محل پہ کہی جو رسولؐ سے
آیت کی شان بڑھ گئی شانِ نزول سے

سننا تھا یہ کہ مچ گئی صلِ علیٰ کی دھوم
فرطِ خوشی سے جھوم اُٹھے سب ہی بالعموم
چاروں طرف علیؑ کے ہوا اس قدر ہجوم
جیسے ہو چاند بیچ میں، چاروں طرف نجوم

(۴۰)
شاہِ نجف کے سر پہ ولایت کا تاج ہے
کُل کائنات آج علیؑ کا خراج ہے

مسند بچھی ولایتِ حق کی بہ اہتمام
تشریف جس پہ لائے امامِؑ فلک مقام
ہیں تہنیت کے واسطے حاضر جو خاص و عام
مولا علیؑ ہیں مثلِ نبیؐ اور سب غلام

(۴۱)
بخٍ کی نغمگی ہے تاثر خوشی کا ہے
حسان کی زباں پہ قصیدہ علیؑ کا ہے

اللہ ری یہ شان وصیِ رسولؐ کی
قسمت کُھلی ہے نقشِ کفِ پا سے دھول کی
خوشبو جو سونگھ لی ہے امامت کے پھول کی
ہے آبرو گلاب سے بڑھ کر ببول کی

(۴۲) سایہ علیؑ کا سر پہ لئے عز و شان سے
نظریں ملا رہی ہے زمیں آسمان سے
خُم میں تھا صاف صاف یہ اعلانِ مصطفیؐ
بس ان کے بعد انہیں کے سے مولا ہیں مرتضیٰؑ
ان کے سوا کسی کو بھی مولا نہیں کہا
ارشاد تھا نبیؐ کا یہ بالکل کُھلا ہوا

(۴۳) اِک لاکھ سے سوا جو یہاں حق نگاہ تھے
ارشادِ مصطفیؐ کے سبھی وہ گواہ تھے
جن کی نظر میں ختمِ رسلؐ معتبر نہ تھے
وہ ڈر گئے تھے حارثِ فہری کے حشر سے
دل میں ملال، لب پہ مگر تہنیت لئے
پلٹے غدیر سے تو وہ کچھ اور ہوگئے

(۴۴) حق سے پلٹ گئے جو دلوں میں عناد تھا
یہ واپسی سفر سے نہ تھی، ارتداد تھا

جب اس سفر کو ہو گئے پورے پچاس سال
آمادہ اِک سفر پہ ہوئی پھر نبیؐ کی آلؑ
تھا اقتدار میں جو یزیدِ زبوں خصال
اس نے کیا حسینؑ سے بیعت کا جو سوال
(۴۵) ٹھکرا کے اس کو پائے حقارت سے شاہؑ نے
کچھ فیصلے کیے شہِؑ گردوں پناہ نے

اُٹھے کہ اب غرور کی طاقت کو توڑ دیں
سوئے ہوئے ضمیرِ بشر کو جھنجھوڑ دیں
دیں کے بدن میں اپنا لہو سب نچوڑ دیں
اسلام سے بھی رشتہ مسلماں کا جوڑ دیں
(۴۶) رُخ ابتلا کا شہرِ پیمبرؐ سے موڑ کر
اب کربلا بسائیں مدینے کو چھوڑ کر

یثرب سے جو نبیؐ کے پسر نے سفر کیا
تاریخ میں سفر یہ بہت ہی اہم ہوا
ہجرت نبیؐ کی تھی سوئے اربابِ باوفا
جاتے ہیں اب حسینؑ سوئے دشتِ ابتلاء
(۴۷) چُھٹنے لگے اب آپ جو قبرِ رسولؐ سے
روئے بہت لپٹ کے مزارِ بتولؑ سے

اس شان سے چلا تھا مدینے سے کارواں
جس کے شکوہ سے تھا یہ ہر گام پر عیاں
ہجرت کے غم سے گو ہے دل ہر ایک کا تپاں
لیکن ہیں یہ رسولؐ کی عظمت کے پاسباں

(۴۸) ناموسِ مصطفیٰؐ ہیں رسالت کی جان ہیں
حیدرؑ کی آن بان ہیں، زہراؑ کی شان ہیں

پہنچا جو کربلا میں مدینے کا قافلہ
اُترے کنارے نہر کے خاصانِ کبریا
لیکن سپاہِ شام نے فتنہ بپا کیا
آخر وہاں سے ہٹ گیا لشکر حسینؑ کا

(۴۹) کہتا ہے کون جنگ کا یارا نہ تھا انہیں
پانی پہ جنگ ہو، یہ گوارا نہ تھا انہیں

دشمن یہ جانتا تھا کہ قابض اگر رہے
ہرگز نہیں امید یہ سبطِ رسولؐ سے
پانی کریں گے بند وہ دشمن کے واسطے
صِفّین کی مثال تھی نظروں کے سامنے

(۵۰) قابض وہاں سپاہِ علیؑ تھی جو نہر پر
پانی کیا تھا بند کب اربابِ قہر پر

لیکن یہاں تھا نیتِ باطل میں خود فتور
وہ چاہتے تھے نہر سے خیمے ہوں شہؑ کے دور
شیرانِ حق کو پیاس سے ہے مارنا ضرور
پانی کہیں جو مل گیا ان کو ذرا ظہور

(۵۱)
یہ کب شکست کھائیں گے فوجِ پلید سے
بیعت طلب کریں گے یہ سب خود یزیدؔ لعنہ سے

منظور تھا نہ شہؑ کو جو اس بات پر جہاد
بر آگئی سپاہِ ستم کی دلی مراد
ہفتم سے پانی روک کے وہ بانیِ فساد
خوش تھے کہ پالا مار کے بیٹھے ہیں بد نہاد

(۵۲)
حشر اب وہ ہوگا فوجِ شہِؑ مشرقین میں
لڑنے کا حوصلہ نہ رہے گا حسینؑ میں

لیکن دہم کی صبح نمودار جب ہوئی
اور اہلِ حق سے شامیوں نے جنگ چھیڑ دی
کچھ دیر ہی میں ان پہ حقیقت یہ کھل گئی
شیروں کو پیاس کچھ بھی نہ کمزور کرسکی

(۵۳)
اس تشنگی میں اور بھی کچھ حوصلہ بڑھا
آبِ بقاء کے شوق میں جوشِ وغا بڑھا

حُر نے دکھائی حُریتِ فکر کی جو راہ
پہلے ہوا وہ فدیۂ مولائے حق پناہ
کچھ اس قدر تھی خلد کی اس مردِ حق کو چاہ
مقتل ہی سے تھی اس کے در و بام پر نگاہ

(۵۴) حوریں بلا رہی تھیں جو اُس کو بہشت میں
دل اس کا لگتا ہی نہ تھا دنیائے زشت میں

پہلے اسی نے تو سفرِ آخرت کیا
اس کو یہی سفر تو وسیلہ ظفر کا تھا
ایسا سفر کہ خلد و بہشت اس کی انتہا
ایسی ظفر کہ زندۂ جاوید ہوگیا

(۵۵) دنیا میں اُس کے واسطے اب دلکشی نہ تھی
یہ وہ سفر تھا جس سے کبھی واپسی نہ تھی

اس کی روش پہ اور بھی کچھ منچلے چلے
پانی تھا اب جو تیغِ ستم کا گلے گلے
اِک اِک کی آرزو کے شجر اس طرح پھلے
سب ہوگئے نثار شۂ دیں پہ دن ڈھلے

(۵۶) دنیا میں یادگار یہ ان کا جہاد ہے
وہ جنگ کی کہ آج بھی اِک اِک کو یاد ہے

یہ سب جری سدھارے ہیں ایسے سفر پہ اب
جس سے کسی کی واپسی ممکن بھلا ہے کب
اب ہیں حسینؑ یکہ و تنہا بصد تعب
رخصت طلب ہیں وہ بھی حرم سے ارے غضب
(۵۷) لُٹنے کو ہے یہ باغ جنابِ بتولؑ کا
بجھنے کو ہے چراغ مزارِ رسولؐ کا

''ھَل مِن مُبارِز'' کی صدا آئی ناگہاں
سُن کر جسے حسینؑ اُٹھے بادلِ تپاں
رخصت کو آئے خیمے میں اب شاہِ بیکساں
فضہؑ نے دیکھتے ہی کہا یہ بصد فغاں
(۵۸) کچھ اور ہی ارادے سے تشریف لائے ہیں
سمجھی میں، آپؑ رخصتِ آخر کو آئے ہیں

اے بیبیو! اب آؤ کہ جانے کو ہیں امامؑ
مٹنے کو ہے جہاں سے بس اب پنجتنؑ کا نام
بس جنگ اب شہادتِ آقاؑ پہ ہے تمام
بعدِ حسینؑ لوٹے گی ہم کو سپاہِ شام
(۵۹) میں دیکھتی ہوں، سب یہ شہادت کا طور ہے
تیور ہی اور ہیں، اب ارادہ ہی اور ہے

سُنتے ہی یہ، خیام میں کہرام مچ گیا
سب خیمۂ حسینؑ میں آئے برہنہ پا
ہر ایک کی زبان پہ تھا ہوا مصیبتا
اِک اِک سے مِل کے کہتے تھے یہ شاہِ کربلا

(۶۰) اتنی صدائے نالۂ غم کیوں بلند ہے
کوئی الم ہو، صبر خدا کو پسند ہے
زینبؑ کو فرطِ غم سے جو قابو نہ دل پہ تھا
چوما گلے کو بھائی کے آنسو بہا بہا
بوسہ بہن کے بازوؤں کا بھائی نے لیا
گویا وہ کہہ دیا جو لکھا تھا نصیب کا

(۶۱) زینبؑ نے بھائی کو یہ شہادت کی دی خبر
مولاؑ نے اُن کو قیدِ مصیبت کی دی خبر
روتی ہوئی جو بالی سکینہؑ اب آئی پاس
تھرّا گئے اِک آن کو مولائے صبر اساس
گودی میں لے لیا تو بندھی ناتواں کی آس
بچّی کو پیار کر کے یہ بولے بہ حُزن و یاس

(۶۲) اے جان، اس سفر سے تو واپس نہ آؤں گا
لیکن تمھیں بہشت میں جلدی بلاؤں گا

رخصت ہر اِک سے ہو کے جو آخر چلے حضورؑ
حاضر تھا در پہ مرکبِ خوش رنگ، رشکِ حور
سُرعت میں تھا براق، بلندی میں اوجِ طور
اِک جست میں جو دشتِ وغا کو کرے عبور
(۶۳) کیا اُس کا رعب و داب ثنا گو رقم کریں
گزرے جو سامنے سے تو ضیغم بھی رم کریں

لے کر خدا کا نام ہوئے شاہِؑ دیں سوار
مہمیز کی جو اب تو اڑا جم کے راہوار
ٹاپوں سے اس کی ہلنے لگا دشتِ کارزار
سورج بھی چھپ گیا کچھ اڑا اس قدر غبار
(۶۴) پَرتو پڑا جو چہرۂ انور کا دور سے
تا شام دھوپ پھیل گئی رُخ کے نور سے

پہلے تو کیں نصیحتیں شاہِ انامؑ نے
لیکن سُنی نہ ایک بھی افواجِ شام نے
حُجت تمام کر کے شہؑ تشنہ کام نے
اب ہاتھ ذوالفقار پہ ڈالا امامؑ نے
(۶۵) پاتے ہی لمس ہاتھ کا، اس کو نہ کل پڑی
قبضہ پہ ہاتھ رکھتے ہی سَن سے نکل پڑی

جب یہ ہوئی طلوع اُفق سے نیام کے
قبضہ میں آ کے چوم لئے ہاتھ امامؑ کے
نکلی ہلال بن کے جو بادل سے شام کے
جلوے تھے غرب و شرق میں برقِ حسام کے

(۶۶)
چمکی اگر یہاں تو کڑک کر وہاں گری
اِک اِک سے پوچھتا ہے کہ بجلی کہاں گری

کہتے ہیں تیغ اس کو فقط نام کے لئے
نشتر ہے یہ تو شہ رگِ اوہام کے لئے
برقِ فنا ہے تیرگیٔ شام کے لئے
جوئے بقا ہے جاں بلب اسلام کے لئے

(۶۷)
''والفتح'' صاف صاف نمایاں ہے شان سے
اُتری ہے مثلِ وحی کے یہ آسمان سے

سَن سَن سے تیغِ تیز کی یوں سنسنائے دل
گردش لہو کی رکنے لگی، جھنجھنائے دل
سہمے، ڈرے، لرزنے لگے، تھرتھرائے دل
کوشش کے باوجود نہ قابو میں آئے دل

(۶۸)
ڈر ڈر کے دل نکل گئے پہلو کو چھوڑ کے
گویا پرندے اُڑ گئے پنجروں کو توڑ کے

تلوار تھی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح
غصہ میں لہر لیتی تھی یہ ناگ کی طرح
منہ سے لہو اُگلتی ہوئی جھاگ کی طرح
کڑیاں زرہ کی کاٹتی تھی ساگ کی طرح
(۶۹) پھل سر کے جو تنوں سے گرانے پہ ڈٹ گئی
اِک دم کے دم میں ساری کھڑی فصل کٹ گئی

میدانِ جنگ میں جو ہوا حشر یوں بپا
دینے لگے دہائی پیمبرؐ کی اشقیاء
ایسے میں آئی ہاتفِ غیبی کی یہ صدا
بس اے حسینؑ! وعدۂ طفلی ہو اب ادا
(۷۰) یاں امتحاں میں صبر کی حد ہو چکی حسینؑ
بس، سوئے ربّ ہو دہر سے اب واپسی، حسینؑ

سُنتا تھا یہ کہ روک لیا ہاتھ آپؑ نے
بس دیکھنا تھا یہ کہ وہ ظالم پلٹ پڑے
حربے جو اب چلے تو نہ آقاؑ سنبھل سکے
آئے زمیں پہ سبطِ نبیؐ راہوار سے
(۷۱) پورا ہوا نہ سجدۂ آخر امامؑ کا
سر کٹ گیا حسینؑ علیہ السلام کا

جب ہوگئے شہیدِ جفا شاہِ کربلا
لاشہ بھی جب حسینؑ کا پامال ہوگیا
لُوٹے گئے پھر اہلِ حرم، وامصیبتا
آلِ نبیؐ کے سر پہ نہ چھوڑی کوئی ردا

(۷۲) آہ و بکا دہائی دُہل کی صداؤں نے
خیمے جلے تو راکھ اُڑادی ہواؤں نے

آئی جو صبحِ شامِ غریبانِ کربلا
مثلِ سحر تھا چاک گریبانِ کربلا
ڈوبا ہوا تھا خون میں دامانِ کربلا
سب راکھ ہوچکا تھا شبستانِ کربلا

(۷۳) آلِؑ نبیؐ کے واسطے جائے اماں نہ تھی
اب تو ردا بھی سر کے لئے سائباں نہ تھی

کل ہوچکا نبیؐ کے گھرانے کا قتلِ عام
ہوتا ہے اب حرم کی اسیری کا اہتمام
کرتے ہیں اب مزید ستم نفس کے غلام
قیدی بنایا جاتا ہے اب وقتؑ کا امامؑ

(۷۴) صادر ہوا ہے حکم یہ حدّاد کے لئے
زنجیر لائے سیدِ سجادؑ کے لئے

اتنے میں شمرؔ لایا رسن ایک ناگہاں
توہین یہ نبیؐ کے گھرانے کی الاماں
فوجِ یزیدؔ میں تھیں بھلا عورتیں کہاں
باندھی یہ کس نے بازوئے زینبؑ میں ریسماں

(۷۵)
یارب غضب نہ کیوں ہوا نازل لعین پر
اے آسمان، پھٹ نہ پڑا تو زمین پر

کس شان سے مدینہ سے یہ آئے تھے یہاں
جاتا ہے آہ کوفہ و شام اب یہ کارواں
رُخ پر وفورِ رنج و الم سے ہے یہ عیاں
جاتے ہیں لُٹ کے دین کی عظمت کے پاسباں

(۷۶)
تیار ہیں مگر یہ ہر انجام کے لئے
سب کچھ قبول عزتِ اسلام کے لئے

آگے ہیں سب سے عابدؑ بیمار و ناتواں
ہاتھوں میں ہتھکڑی ہے تو پیروں میں بیڑیاں
گردن میں طوق، پشت پہ دُرّوں کے ہیں نشاں
بھیگی ہوئی ہیں خون سے زخموں کے ایڑیاں

(۷۷)
اِک ہاتھ میں مہارِ شتر ہیں لئے ہوئے
گرد کو وزنِ طوقِ گراں خم کئے ہوئے

نیزوں پہ ان کے پیچھے بہتّر کے سر علم
کلمہ جبیں پہ جن کی شہادت کا ہے رقم
ان میں ہے سب سے آگے سرِ سیدؑ اُمم
مصروف ہے تلاوتِ قرآن میں دم بہ دم

(۷۸) رُخ سے عیاں کہ آج وہی فتح مند ہیں
نیزوں پہ جن کے سر ہیں وہی سر بلند ہیں

پیچھے ہے شہؑ کے یوں سرِ عباسؑ نامور
جیسے غلام ادب سے جھکائے ہوئے ہو سر
یہ ہے عیاں کُھلی ہوئی آنکھوں سے سر بسر
اب بھی یونہی حفاظتِ آقاؑ پہ ہے نظر

(۷۹) جس طرح زندگی میں شہؑ مشرقین کی
کرتے تھے ساتھ رہ کے حفاظت حسینؑ کی

ہے اِک سناں پہ سر جو شبیہِ رسولؐ کا
وہ سر زبانِ حال سے کہتا ہے برملا
دیکھو، کسے شہید حکومت نے کر دیا
کس کے حرمؑ ہیں یہ سرِ بازار بے ردا

(۸۰) کس کی ہوں میں شبیہ، یہ کیا جانتے نہیں؟
تصویرِ مصطفیٰؐ کو بھی پہچانتے نہیں؟

ہے اِک سناں پہ قاسمؑ گلگوں قبا کا سر
اور اِک پہ عونؑ فدیۂ راہِ خدا کا سر
نیزے پہ اِک محمدؑ حق آشنا کا سر
ہے ہر سناں پہ ایک شہیدِ جفا کا سر

(۸۱)
حد ہے کہ اِک سناں پہ سرِ شیر خوار ہے
کیا اب بھی دیر، حشر میں پروردگار ہے؟

اِن کے عقب میں شرم سے ہوتی ہوئی ہلاک
کچھ بے کجاوہ اونٹوں پہ آلِ رسولؐ پاک
بے چادری کے غم سے جگر سب کے چاک چاک
مقنع نہیں نصیب تو منہ پر ملی ہے خاک

(۸۲)
بہرِ تماشہ چاروں طرف اژدھام ہے
کیا آلِ مصطفےٰؐ کا یہی احترام ہے

رکھے ہیں اِک شتر پہ نمائش کو اشقیاءؑ
تھوڑا بہت بچا ہوا سامان، لوٹ کا
شہہؑ کا عمامہ، زینبؑ و کلثومؑ کی ردا
ساتھ ان کے ایک چھوٹا سا جھولا جلا ہوا

(۸۳)
بچہ نہ مہد میں ہے نہ مادر کے پاس ہے
بانوؑ کی گود خالی ہے، جھولا اُداس ہے

گزرا یہ کارواں جو ہجومِ عوام سے
بالوں سے منہ چھپا لئے آلِ رسولؐ نے
خطبے تھے لب پہ زینبؑ گردوں وقار کے
سُن سُن کے جن کو کوفی و شامی بھی رو دیئے

(۸۴) خطبوں کی دھوم کوچہ و بازار میں ہوئی
مجلس یزیدِؔ نحس کے دربار میں ہوئی

یہ کارواں جو شام کے زنداں تک آگیا
تھی ان الم نصیبوں پہ شدت کی ابتلا
زنداں سے آخر اہلِ حرمؑ جب ہوئے رہا
واپس چلا وطن کو غریبوں کا قافلا

(۸۵) قیدی جو چھوٹے، گھر وہ نہ جائے تو کیا کرے
ایسی نہ واپسی ہو کسی کی، خدا کرے

اب اس سفر کی آخری منزل قریب ہے
طوفاں زدہ سفینہ کا ساحل قریب ہے
برجِ شرف سے اب مہہِ کامل قریب ہے
بجھتے ہوئے چراغ سے محفل قریب ہے

(۸۶) اب اِک تڑپ سی، دل میں جو سینہ کے پاس ہے
یہ کاروانِ درد مدینہ کے پاس ہے

ٹھہرے پہنچ کے اب جو مدینہ کے یہ قریب
اعلان کرنے شہر میں یہ، پہنچا اِک نقیب
اے ساکنانِ شہرِ نبیؐ قریۂ حبیبؐ
لو آگئے سفر سے پلٹ کر اَلم نصیب

(۸۷) آباد پھر سے ہوگا مدینہ رسولؐ کا
ساحل پہ آگیا ہے سفینہ رسولؐ کا

دیتا تھا جب بشیر اُدھر غم کی یہ خبر
کلثومؑ کی زباں پہ یہ فریاد تھی اِدھر
اے یثرب، اے مدینۂ سلطانِ بحر و بر
آنا ہمارا لُٹ کے، نہ ہرگز قبول کر

(۸۸) دربارِ شام و کوفہ میں ہم ہو کے آتے ہیں
دشتِ بلا میں بھائی کو بھی کھو کے آتے ہیں

لوگوں نے اب سنی جو قیامت کی یہ خبر
نکلے گھروں سے روتے ہوئے سب برہنہ سر
آئے سروں کو پیٹتے قبرِ رسولؐ پر
مرقد پہ فاطمہؑ کے بھی اِک حشر تھا اُدھر

(۸۹) ہر دل میں سوزِ رنج و الم عام ہوگیا
گھر گھر نبیؐ کے شہر میں کہرام ہوگیا

دیکھا جو اہلِ شہر نے یہ غم کا قافلا
شبّیرؑ تھے نہ اکبرؑ و عباسؑ باوفا
قاسمؑ تھے اور نہ عونؑ و محمدؑ سے مہہ لقا
بانوؑ کی گود خالی تھی بے شیرؑ بھی نہ تھا

(۹۰) عابدؑ تھے صرف ساتھ میں سر خم کیئے ہوئے
چہرہ پہ گرد آنکھوں میں آنسو لیئے ہوئے

اِک اِک سے پوچھتا تھا کہ سرورؑ کہاں گئے
عباسؑ ہیں کہاں، علی اکبرؑ کہاں گئے
وہ گلشنِ حسنؑ کے گُلِ تر کہاں گئے
عونؑ و محمدؑ و علی اصغرؑ کہاں گئے

(۹۱) پردیس سے پلٹ کے گھر آیا نہیں کوئی
سجادؑ کے سِوا نظر آیا نہیں کوئی

اب مرقدِ رسولؐ پہ پہنچا جو قافلا
زینبؑ کو اب تو ضبط کا یارا نہیں رہا
ناقے سے اپنے آپ کو نیچے گرادیا
قبرِ نبیؐ پہ بھائی کا ماتم بپا کیا

(۹۲) پھر جنت البقیع میں ماں کی لحد ملی
اب تو فغاں کی دامنِ محشر سے حد ملی

زینبؑ یہ بین کرتی تھیں دونوں کی قبر پر
آئے ہیں چھُٹ کے قید سے ہم سوختہ جگر
آتے ہیں جب پلٹ کے مسافر خود اپنے گھر
تحفے بھی لے کے آتے ہیں اپنی بساط بھر
نانا، میں خالی ہاتھ سفر سے کب آئی ہوں
(۹۳)
تحفے ذرا یہ دیکھیے کیا کیا میں لائی ہوں

یہ دیکھیے، چھنی تھی مرے سر سے جو ردا
بازو پہ زخم، پشت پہ دُرّوں کی ابتلا
دامن پہ خاکِ قبرِ سکینہؑ کی جا بجا
صغراؑ کے ننھے بھائیؑ کا جھولا جلا ہوا
نانا، یہ خوں بھرا ہوا کُرتا قبول ہو
(۹۴)
اماں، میرے حسینؑ کا پُرسا قبول ہو

ساحرؔ بس اب نہ اور بیاں کر یہ داستاں
روتے ہیں کیا تڑپ کے عزادار سب یہاں
یہ حال جو یہاں ہے، تو کیا ہوگا پھر وہاں
زینبؑ کے بین سے تھا قیامت کا اِک سماں
تربت لرز رہی تھی خدا کے رسولؐ کی
(۹۵)
تھرّا رہی تھی قبر جنابِ بتولؑ کی

مرثیہ "علم اور علماء"

(رثاءِ سیّد العلماء)

مرثیہ لغت کے اعتبار سے اُس نظم کو کہتے ہیں جس میں مرنے والے کے اوصاف اور مصائب نظم کیے جائیں مگر اردو میں اصطلاحاً مرثیہ واقعاتِ کربلا اور مصائب محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہو گیا ہے۔ اب اگر اس حد بندی سے باہر نکل کر کسی اور شخص کے مرنے پر اس کے اوصاف نظم کیے جائیں جیسے غالبؔ نے عارف اور حالیؔ نے غالبؔ کی وفات پر کہے تو ان کو اصطلاحاً مرثیہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ رثائی نظمیں کہلائیں گی۔ یہ دونوں نظمیں ہیئت، اجزائے ترکیبی اور مزاج کے اعتبار سے بھی اردو مرثیہ کی اصطلاح سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ اگرچہ ان کی اہمیت مسلّم ہے۔ ایسی نظموں کو "شخصی مرثیے" کہا گیا ہے۔

رثاء سید العلماء محض ایک رثائی نظم نہیں ہے۔ یہ ایک مکمل شخصی مرثیہ ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک اصطلاحاً اس کو بھی مرثیہ کہنے میں اشکال ہے۔ حالانکہ اس کا اختتام بھی واقعۂ کربلا ہی پر ہوتا ہے۔ پھر اپنی ہیئت، اجزائے ترکیبی اور مزاج کے اعتبار سے بھی اس کو اصطلاحاً مرثیہ کہا جا سکتا ہے۔ خاص طور سے اِس بناء پر کہ اب جو جدید مرثیے لکھے جا رہے ہیں،

ان کے چہروں میں ایسے مختلف موضوعات کو نظم کیا جاتا ہے جن کا واقعاتِ کربلا اور محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بظاہر کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ البتہ ایسے موضوع کو آخر میں واقعاتِ کربلا سے ربط دے کر مصائبِ شہدائے کربلا پر ان کا اختتام ہوتا ہے اور اِسی وجہ سے اِن کو اصطلاح میں بھی مرثیہ کہا جاتا ہے۔ بلکہ بیشتر وہ مسدس جن میں مصائبِ کربلا کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں ہوتا ان کو بھی جدید مرثیہ کہا جاتا ہے۔ اب اگر ان مختلف النوع موضوعات میں کسی عالمِ دین اور نائبِ امام کے ذکر کو موضوعِ سخن بنا لیا جائے تو اس کو مرثیہ کی صف سے کیسے خارج کر سکتے ہیں جبکہ اس کا اختتام بھی واقعاتِ کربلا پر ہو۔

اُردو میں شخصی مرثیوں کی روایت نئی نہیں ہے۔ سب سے پہلے مرزا دبیر اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے ایک مرثیہ میں جناب غفرانمآب علیہ الرحمۃ کے سب سے بڑے صاحبزادے جناب سلطان العلماء مولانا سیّد محمد صاحب طاب ثراہ اور سب سے چھوٹے فرزند حضرت سید العلماء مولانا سید حسین صاحب طاب ثراہ کے اوصاف ان کی زندگی ہی میں نظم کیے اور ان کی موجودگی میں وہ مرثیہ پیش کیا۔ اس کا مطلع ہے:

"طغرئ نویس کُن فیکوں ذوالجلال ہے"

یہ مرثیہ ''دفترِ ماتم'' کی پہلی جلد کا پہلا مرثیہ ہے۔

اس کے بعد مرزا دبیرؔ کے شاگرد حکیم محمد علی قدیرؔ اور مشیرؔ نے بھی جناب غفرانمآب علیہ الرحمۃ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سیّد العلماء مولانا سیّد حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے انتقال پر مرثیے لکھے۔ اسی طرح نوبت رائے نظرؔ نے اپنے بیٹے کے انتقال پر مرثیہ لکھا جو شخصی مرثیوں میں اہم اور بلند ادبی و شعری اقدار کا حامل ہے۔ یہ سب مرثیے مسدس ہی کی ہیئت میں لکھے گئے تھے۔

بعد کے دَور کے شخصی مرثیہ نگاروں میں شاعرِ آلِ محمدؐ حضرت نسیم امروہوی مرحوم کا نام سب سے اہم ہے۔ انہوں نے جناب ناصر الملّت اعلیٰ اللہ مقامہٗ سے لے کر جوشؔ ملیح آبادی تک متعدد مشاہیر کے مرثیے لکھے۔

رثاءِ سیّد العلماء میری ایک ناچیز سی کوشش ہے جس میں میں نے ''علم اور علماء'' کو موضوعِ سخن قرار دیا ہے۔ یہ مرثیہ ۱۹۹۰ء میں مکتبہ کائناتِ دہلی نے کتابی شکل میں شائع کیا۔ اس کے بعد ''پیامِ عمل'' لاہور کے سید العلماء نمبر میں اسی سال شائع ہوا۔ مکتبہ کائناتِ دہلی نے اپنے رسالے ''ادبی کائنات'' کے سید العلماء نمبر میں بھی اس کو شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

سب سے پہلے یہ مرثیہ میں نے محترم جناب سیّد محمد حسین آغا (مرحوم) کے دولت کدہ ''کاشانۂ عظمت'' ناظم آباد کراچی میں ان کی بپا کردہ مجلس میں پیش کیا۔ وہ سرکار سید العلماء طاب ثراہ سے دلی قربت رکھتے تھے اور ان کے بڑے چاہنے والوں میں سے تھے۔ سرکار سیّد العلماء بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اس کے بعد ماہ مئی ۱۹۹۰ء میں یہ مرثیہ میں نے لکھنؤ میں سرکارِ سیّد العلماء کی برسی کی مجالس کے سلسلے کی آخری مجلس میں ان کے فرزندِ ارجمند اور جانشین جناب عماد العلماء علامہ ڈاکٹر سیّد علی محمد نقوی صاحب قبلہ مدِ ظلہ العالی اور متعدد علماء و شعراء و محققین واہلِ نظر حضرات کے سامنے پیش کیا۔

بعض احباب اور کرم فرماؤں نے خصوصاً حضرت ظفؔر جونپوری مدِ ظلہ العالی' حضرت اخؔتر لکھنوی اور حضرت حسین اعظمی کے اصرار پر اس مرثیہ کا دوسرا ایڈیشن کراچی سے ۱۹۹۲ء شائع ہوا۔ چونکہ دہلی اور کراچی کی گذشتہ اشاعتوں کے نسخے اب عموماً دستیاب نہیں ہیں اور بعض علمائے کرام تک اس مرثیہ کو طلب فرماتے ہیں، اس لئے اس مجموعہ ''متاعِ غم'' میں اس کو بھی شامل کردیا گیا ہے۔

گدائے درِ مولائے علم
سیّد قائم مہدی ساحؔر لکھنوی

سیّد العلماء

مختصر سوانح

اسمِ گرامی : سیّد علی نقی نقوی

خطابات والقاب : آیت اللہ العظمیٰ، سیّد العلماء

والد ماجد : ممتاز العلماء مولانا سید ابو الحسن اعلی اللہ مقامہٗ

ولادت : لکھنؤ۔ ۲۶ رجب ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء

آغازِ تعلیم : عمر کے ساتویں سال نجفِ اشرف میں روضۂ امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ میں عالمِ متبحر آقائے سیّد محمد علی شاہ عبد العظیمی نے بسم اللہ کرائی۔

ابتدائی تعلیم : لکھنؤ میں اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل کی۔ پھر لکھنؤ کی مشہور دینی درس گاہوں یعنی مدرسۂ ناظمیہ اور سلطان المدارس سے وہاں کے اعلیٰ ترین اسناد حاصل کیے۔

اعلیٰ تعلیم : ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں تکمیل علم کے لیے عراق و ایران تشریف لے گئے اور اپنے وقت کے عظیم ترین علماء و مجتہدین

اور مراجع یعنی آقائے ابوالحسن اصفہانی، آقائے نائینی اور آقائے ضیاء الدین عراقی سے حصولِ علم اور تکمیلِ علم کا شرف حاصل کیا اور اس وقت کے گیارہ (۱۱) عظیم ترین علماء و مجتہدین و مراجع نے علیحدہ علیحدہ اجازۂ اجتہاد عطا فرمایا۔

ہم مکتب طلباء میں عظیم قائد امامِ انقلاب آقائے خمینی طاب ثراہ بھی شامل تھے اور آج کے عظیم ترین مجتہد اعلمِ دوراں آقائے خوئی مدظلہ العالی سینئر طالب علم تھے۔

علمی خصوصیات: اپنے وقت میں برصغیر ہندو پاک کے مجتہدِ اعظم، فقیہہ، مفسرِ قرآن، محقق، مورخ، خطیب، استاد، اہلِ قلم دانشور اور عربی زبان و ادب کے ماہر تھے۔ عربی میں ان کے اشعار کی فصاحت و بلاغت کے عرب اہلِ زبان بھی قائل تھے۔ لکھنؤ یونیورسٹی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے شعبۂ دینیات کے سربراہ اور بعد میں ریسرچ اسکالر کے طور پر وابستہ رہے۔

تصانیف: عربی اور اُردو میں کوئی تین سو کتب و رسائل جن میں تفسیرِ قرآن اور تاریخِ اسلام بھی شامل ہے۔

وفات: لکھنؤ، شب عید الفطر ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء

تدفین: امام بارگاہ سید تقی صاحب قبلہ طاب ثراہ۔ لکھنؤ۔ انڈیا

شخصی مرثیہ

بعنوانِ علم اور علماء

جب آفتابِ تخیّل طلوع ہوتا ہے
سفر خیال و ہُنر کا شروع ہوتا ہے
قلم بھی محوِ سُجود و رکوع ہوتا ہے
یونہی نہیں، خضوع و خشوع ہوتا ہے

(۱)
صریرِ کلک دُعا بن کے جب ابھرتی ہے
تو شہرِ فکر میں اِک روشنی اترتی ہے

اثر میں ڈھل کے دعائیں قبول ہوتی ہیں
دل و نظر کی مرادیں حصول ہوتی ہیں
ورق پہ لکھتے ہی لفظیں جو پھول ہوتی ہیں
دعاؤں کی یہ رسیدیں وصول ہوتی ہیں

(۲)
اب اس کے بعد قلم جب زبان کھولتا ہے
چہک چہک کے یہ بلبل چمن میں بولتا ہے

مگر نظر میں ہو جب علم کی کوئی منزل
تو آن پڑتی ہے اس راہ میں بڑی مشکل
لرزنے لگتا ہے سینہ میں خود بخود مرا دل
یہ سوچتا ہوں، بھلا میں کہاں ہوں اس قابل

(۳)
یہ بات عام روش کے خلاف کرتا ہوں
میں اپنے جہل کا خود اعتراف کرتا ہوں

مگر یہی تو روایت ہے اب زمانے کی
جو خود ہیں بھٹکے ہوئے بن گئے ہیں وہ ہادی
ہر ایک جاہلِ مطلق ہے وقت کا طوسیؒ
بغیر علم کا عالم ہے، مفت کا مفتی

(۴)
خدائے پاک یہ کیسا عجب زمانہ ہے
زبانِ جہل ہے اور علم کا فسانہ ہے

پھر آج ہوں سرِ منبر میں گو بفضلِ خدا
مگر ہے پھر وہی منزل اور امتحان مرا
کہ آج ہے مرا موضوع ''علم اور علماء''
پھر آج بارِ الٰہا یہی ہے تجھ سے دُعا

(۵)
یہ میرے جہل کا کشکول علم سے بھر دے
مجھے سلیقۂ عرضِ ہنر عطا کر دے

فقیر کی ہے دعا تجھ سے ہر نَفَس یارب!
شکستہ کردے مرے جہل کا قفس یا رب!
ہو دل میں علم کی دولت کی وہ ہوس یا رب
کبھی نہ "بس" کی صدا آئے لب پہ، بس یارب

(۶) ترے کرم سے میں اتنا امیر ہو جاؤں
کہ شہرِ علم کے درؑ کا فقیر ہو جاؤں
وہ شہر جس کے خدوخال کا سنگار ہے علم
وہ باغ جس کی مہکتی ہوئی بہار ہے علم
وہ جس کے در کے فقیروں کا اعتبار ہے علم
وہ جس کے قنبرؓ و فضہؓ کا بھی وقار ہے علم

(۷) بشر کو ایسی بلندی وہاں سے ملتی ہے
یہ وہ زمین ہے جو آسماں سے ملتی ہے
یہاں یہ جہل، وہاں بے حد و حساب ہے علم
جو اس افق کی ہے زینت وہ آفتاب ہے علم
ملے وہاں سے تو اِک ساغرِ شراب ہے علم
وہیں کا ایک مہکتا ہوا گلاب ہے علم

(۸) ہو ایک حرفِ "سَلُونی" تو بے حساب ہے یہ
عطائے دستِ سخائے ابوترابؑ ہے یہ

قبا بشر کی ہے تقویٰ، تو اس کا تاج ہے علم
ملک کی بزم میں انسانیت کی لاج ہے علم
مریضِ جہل کا بس ایک ہی علاج ہے، علم
خدا پسند، نبیؐ خو، علیؑ مزاج ہے علم
مگر یہ شرط ہے وہبی کہ اکتسابی ہو
(۹)
نجف کی خاک سے چمکا ہو، بوترابی ہو

جہانِ ظلم میں انسانیت کی آس ہے علم
بشر کی عظمت و توقیر کی اساس ہے علم
قبائے فکر و ہنر، عقل کا لباس ہے علم
ہے ناشناسِ خدا جہل، حق شناس ہے علم
کبھی یہ دامنِ گل ہے کبھی گلاب ہے یہ
(۱۰)
کبھی کتاب، کبھی صاحبِ کتاب ہے یہ

جو نور دیتا ہے عقلوں کو وہ چراغ ہے علم
جلائے ذہن ہے، تابانیٔ دماغ ہے علم
ہے جس میں بادۂ تحقیق، وہ ایاغ ہے علم
سجا ہے وحی کے پھولوں سے جو، وہ باغ ہے علم
خطیبِ بزمِ "سلونی" کے سر کا تاج بھی ہے
(۱۱)
نبیؐ کی طبع بھی، قرآن کا مزاج بھی ہے

ہے آفتاب جو علم، اس کا نور ہیں علماء
ضیائے علم کا حُسنِ ظہور ہیں علماء
جو علم بادۂ حق ہے، سُرور ہیں علماء
ہے علم غیرتِ انساں، غیور ہیں علماء

(۱۲)
یہ عالموں ہی کے خونِ جگر سے پلتا ہے
جبھی تو پیکرِ انساں میں عِلم ڈھلتا ہے

جہاں میں قابلِ صد احترام ہیں علماء
بلند رتبہ و عالی مقام ہیں علماء
خدا کا خلق پہ لطفِ دوام ہیں علماء
افق پہ علم کے ماہِ تمام ہیں علماء

(۱۳)
وہ جن کے نور کے آگے قمر بھی ماند لگے
انہیں سے علم کی دنیا کو چار چاند لگے

ہے علم عطر، معطر گلاب ہیں علماء
ہے علم بارشِ رحمت، سحاب ہیں علماء
رہیں جہاں میں تو عالی جناب ہیں علماء
اُٹھیں یہاں سے تو جنت مآب ہیں علماء

(۱۴)
ہمیں نجات کا رستہ وہی دکھاتے ہیں
انہیں کے نقشِ قدم تا بہ خلد جاتے ہیں

مگر چمن میں فقط گُل نہیں ہیں، خار بھی ہیں
ہیں باغبان، تو کچھ دشمنِ بہار بھی ہیں
صنم پرست، بظاہر صنم شکار بھی ہیں
اسیرِ گیسوئے لیلائے زر نگار بھی ہیں

(۱۵) جو نام کے علماء مال و زر پہ مرتے ہیں
وہ ہیں نہیں، علماء کا سوانگ بھرتے ہیں

بہت سے گزرے ہیں عالم کے بھیس میں جاہل
بہت سے دیکھے ہیں منصف کی شکل میں قاتل
کہیں پہ موجۂ طوفاں بھی صورتِ ساحل
کہیں لٹیرے ہوئے رہنماؤں میں شامل

(۱۶) وہ جن کے قول و عمل، رات اور تھے، دن اور
تھی اُن کی ظاہری صورت کچھ اور، باطن اور

ہیں ثبت آج بھی تاریخ کے ورق پہ وہ نام
جو عالموں کے لبادے میں نفس کے تھے غلام
ملوکیت نے کھلایا جو اُن کو مالِ حرام
تو بس شریعت و دیں سب کو دور ہی سے سلام

(۱۷) شہنشہی سے جو رشتہ کو استوار کیا
فقیہہِ شہر نے فتوؤں کا کاروبار کیا

نبیؐ کی آلؑ کے دشمن، ملوکیت زادے
تھے نقشِ پائے سلاطیں ہی جن کے سجادے
ہوس نگاہ میں، قدموں میں حرص کے جادے
نحیف شانوں پہ فتووں کی گٹھریاں لادے

(۱۸) کبھی وہ خود کو دکانیں سجا کے بیچتے تھے
کبھی وہ دین کو پھیری لگا کے بیچتے تھے

حریصِ دولتِ دنیا، مریضِ حرص و ہوس
حصولِ زر کے لئے وقف ایک ایک نفس
ملوکیت کی غلامی میں ان کو پیش نہ پس
کھلی فضاؤں سے بہتر انہیں جڑاؤ قفس

(۱۹) ملے جو شمر سے ''زر'' اس کو بے قصور کہیں
یزیدِ لعنہ وقت پکارے تو ''جی حضور'' کہیں

پسند تھی جو سلاطینِ وقت کی خاطر
کہاں کا کلمۂ حق پیشِ حاکمِ جابر
اشارہ کرتے جو شاہانِ فاسق و فاجر
حدیثیں گڑھتے تھے وضعِ حدیث کے ماہر

(۲۰) جو حاکموں کی ہو خواہش، کمال کرتے تھے
بہن کو، بیٹی کو، سب کو حلال کرتے تھے

ہیں کتنے وہ جو تھے کرسی نشین درباری
تھا کام جن کا فقط تاج سے وفاداری
لگی تھی دل کو جو کبر و حسد کی بیماری
تھیں قد بڑھانے پہ صَرف ان کی قوتیں ساری

(۲۱) امامِؑ وقت کو اپنے سے کم بتاتے تھے
یہ اور بات کہ ہر بار منہ کی کھاتے تھے

ا۔ مثلاً یحییٰ ابنِ اکثم کی بحث امام محمد تقیؑ سے۔ جبکہ امام نہایت کم عُمر تھے اور یحییٰ ابنِ اکثم کو خیال تھا کہ اس عمر میں روزے نماز کے چند مسائل کے علاوہ کچھ نہ جانتے ہوں گے اور اس جیسے عالم فاضل سے کیا بحث کریں گے۔ لیکن گفتگو کی ابتدا ہوتے ہی قلعی کھل گئی اور یحییٰ ابنِ اکثم کو ذلّت آمیز شکست ہوئی۔

ابوالکلامؔ کے اس قول میں ہے صدق کی ضو
کہ جن کے خون میں دُنیا پرستیوں کی ہے رَو
سگانِ دہر ہیں، عالم نہیں ہیں وہ کج رَو
ذرا جو پھینکیے ہڈی تو دیکھیے ''عَو عَو''

(۲۲)
جو عاجزی سے سرِ خاک سر کو دھرتے ہیں
وہ ہڈی ملتے ہی پنجوں کو تیز کرتے ہیں

ا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک تحریر سے اقتباس جو حسب ذیل ہے اور علمائے سوء کے بارے میں ہے۔

''علماءِ سوء'' سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے لیکن علماءِ دنیا پرست ایک جگہ اکھٹا نہیں ہو سکتے۔ کتوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے۔ لیکن اِدھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور اُدھر ان کے پنجے تیز اور زہر آلود ہو گئے۔ یہی حال ان سگانِ دُنیا کا ہے۔ ان کا سرمایہ ناز علم حق نہیں ہے'' جو تفرقہ مٹاتا اور اتباعِ سبیلِ متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے۔ بلکہ یکسر علمِ جدل وخلاف ہے۔ نفس پرستی اس کی کثافت کو خمیر دیتی اور دنیا طلبی کی آگ اس کی ناپاکی کے بخارات کو اور زیادہ تیز تر کرتی رہتی ہے''

حوالہ: مولانا ابوالکلام آزاد نے برصغیر پاک وہند (بنگلہ دیش) کے بارے میں کیا کہا تھا؟''

مرتبہ: کمال

یزیدِ لعنۃ نحس نے قتلِ حسینؑ کو پوچھا
کہا یہ ہو نہیں سکتا کبھی قسم بخدا
جو مالِ مفت سے مفتی کا بھر دیا کیسا
تو جھٹ سے دے دیا قتلِ حسینؑ کا فتویٰ

تھے عالم ایسے کہ جانِ علیؑ کو قتل کیا
(۲۳)
قلم کی دھار سے سبطِ نبیؐ کو قتل کیا

ہے جو بھی عالمِ سوء اس میں ہے یہ خصلت بھی
جو حق پہ ہیں علماء اُن سے ہے عداوت بھی
خود اس کا علم جہالت بھی جاہلیّت بھی
شرافت اس میں جو ڈھونڈو تو شر بھی آفت بھی

ہے سب سے رنج کی یہ بات سارے قصے میں
(۲۴)
حسد ہے سب سے سوا عالموں کے حصے میں

۱۔ قاضی شریح جس نے۔ یزید کی خواہش کے برعکس پہلے تو قتلِ حسینؑ کا فتویٰ دینے سے انکار کر دیا۔ مگر جب اس کو دکھا کے سونے کے سکّے گنے جانے لگے یا بروایتِ دیگر خاموشی سے دو تھیلیاں اس کے گھر بھجوا دی گئیں تو بلا تردّد قتلِ حسینؑ کا فتویٰ دے دیا، اسی طرح اور بھی تھے۔

حسد ہی علم کی منزل میں ہے فساد کی جڑ
ہے عالمانِ حقیقی سے یہ عناد کی جڑ
یہ کاٹ دیتا ہے انصاف و عدل و داد کی جڑ
اُکھاڑ پھینکتا ہے لطف و اتحاد کی جڑ

(۲۵) جلن حسد کی یہ انسان کو جلاتی ہے
کہ آگ سوکھی ہوئی لکڑیوں کو کھاتی ہے

حسد نے علم کو یوں کردیا ہے زارو زبوں
ہر ایک جاہلِ مطلق بنا ہے افلاطوں
ہے چیونٹی کو بھی دعویٰ کہ میں سلیماں ہوں
زمیں کے ابجروں کو دیو قامتی کا جنوں

(۲۶) گزوں سے ناپتے ہیں اپنا قد جو بونے ہیں
حسد کے ہاتھ میں مٹی کے یہ کھلونے ہیں

یہی ہیں دین کو دنیا میں ڈھالنے والے
حرام مال سے نفس اپنا پالنے والے
حسد کی آنچ پہ خود کو اُبالنے والے
ہر اہلِ علم پہ کیچڑ اچھالنے والے

(۲۷) یہ کیوں کہوں، نہیں ہوتے، حضور، ہوتے ہیں
ہر ایک دَور میں ایسے ضرور ہوتے ہیں

وہ وقت جب نگہہِ پیش بینِ پیغمبرؐ
بصد ملال و الم دیکھتی تھی یہ منظر
لباسِ علم میں ملبوس ہو کے کچھ بندر
سمجھ کے کھیل اسے کودتے ہیں منبرؔ پر

(۲۸) یہ پیش گوئی جو پیغمبری بصیرت ہے
ہمارے واسطے تاریخ کی حقیقت ہے

یہ وارثانِ ابو جہل علم کے دشمن
فساد پیشہ، ستمگر، حریص، اہلِ فتن
ہوئے تھے مست جو سکّوں کی سُن کے یہ کھن کھن
نثار کرتے تھے لیلائے زر پہ سب تن من

(۲۹) حدیں وہ دین فروشی کی ختم کرتے تھے
علیؑ پہ منبروں سے سب و شتم کرتے تھے

علیؑ پہ ہو کہ علیؑ نقیؑ پہ ہو یہ ستم
خلافِ مرضیٔ مولا ہے، یاد رکھیں یہ ہم
عدوؔ پہ شتم جو صفین میں ہوا کوئی دم
گوارا کر نہ سکے آپؑ اسے خدا کی قسم

(۳۰) علیؑ کی راہ سے ہٹتے ہیں، بد نصیب ہیں لوگ
خدا کے قہر سے ڈرتے نہیں، عجیب ہیں لوگ

۱۔ نہج البلاغہ۔ خطبہ۔۲۰۳

علیؑ کے ساتھ جنہوں نے کیا یہ ظلم و ستم
خدا نہ بخشے گا ہرگز انہیں خدا کی قسم
روا رکھے جو یہ ظلم اہلِ علم پر کوئی دم
سوائے اس کے بھلا اس کو کیا کہیں اَب ہم

(۳۱) جو نائبینِ امامِؑ زماں پہ شتم کرے
ہدایت اس کو خدا دے کہ ظلم ختم کرے

زمانہ جہل سے خالی نہ علم سے خالی
ہیں ساتھ ساتھ زمانے میں پست اور عالی
جو اس چمن کی بہت سوں نے کی ہے پامالی
تو ہیں بہت چمنِ علم و عدل کے مالی

(۳۲) ملوکیت کے بہت سے اگر غلام ہوئے
تو وہ بھی کم نہیں جو نائبِ امامؑ ہوئے

یہ وہ ہیں جن سے ہے قائم وقارِ علم و عمل
وہ جن کا علم و عمل ہے عیارِ علم و عمل
وہ باغِ علم و عمل میں بہارِ علم و عمل
ہے جن کے نور سے روشن دیارِ علم و عمل

(۳۳) زمانہ ان پہ کوئی حُرف لا نہیں سکتا
عدو بھی نام کو دھبہ لگا نہیں سکتا

وہ سینکڑوں ہیں ہوئے ہیں جو افقہ و اعلم
رہے محیط جو صدیوں پہ مثلِ ابرِ کرم
سبھی کے نام گِنائے، کہاں کسی میں یہ دم
ہیں چند نام مثالاً یہاں سپردِ قلم

(۳۴)
یہ صرف وہ ہیں جو کہنے کو تھے ابھی کل تک
تھے تیرھویں صدی ہجری کے رُبعِ اوّل تک

اِک ان میں شیخ[۱] کلینیؒ، مصنفِ ''کافی''
تو ایک شیخِ صدوقؒ[۲]، آبروئے علمِ نبیؐ
مفیدؒ[۳] وہ کہ جو استادِ مرتضےٰؒ[۴] و رضیؒ[۵]
پھر ایک ''کنزِ فوائد'' محمدؒ ابنِ[۶] علی

(۳۵)
وہ شیخِ طائفہ طوسیؒ[۷]، بہارِ علم و عمل
وہ آملیؒ[۸] کہ جو تھے اعتبارِ علم و عمل

۱۔ شیخ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق رازی کلینی صاحب اصولِ کافی۔ (وفات ۳۲۹ء)۔ ۲۔ شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی (وفات ۳۸۱ھ۔)
۳۔ شیخ مفید ابو عبداللہ محمد ابنِ محمد بن نعمان۔ (وفات ۴۱۳ھ)، ۴۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ۔ ۵۔
۵۔ سید رضی (جامع نہج البلاغہ)، ۶۔ ابو الفتح محمد بن علی صاحب کتاب ''کنز الفوائد''
(وفات ۴۴۹ھ)، ۷۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن بانی جامعہ نجف اشرف،
مصنف تہذیب الاحکام واستبصار وغیرہ (وفات ۴۶۰ھ)
۸۔ شیخ ابو جعفر محمد بن ابی القاسم آملی طبری (وفات ۵۴۰ھ)

وہ بوعلیؔ[۱] کہ جو اِک "مجمع البیان" ہوئے
ابوالمکارمِ[۲] حمزہؔ، حلب کی جان ہوئے
انہیں میں اِک بن ادریس[۳]ؔ حق نشان ہوئے
پھر ان کے بعد ابوالفضلؔ[۴] قم کی شان ہوئے

(۳۶)
انہیں میں وہ بنِ طاؤسؔ[۵] جانِ علم و عمل
کرامتوں سے بڑھی جن کی شانِ علم و عمل

۱۔ الشیخ الفقیہ ابوعلی الفضل بن الحسن طبرسی مشہدی صاحب تفسیر "مجمع البیان" (وفات ۵۴۸ھ)، ۲۔ ابوالمکارم حمزہ بن علی حلبی (وفات ۵۸۵ھ)۔ ۳۔ شیخ ابنِ ادریس محمد ابنِ احمد حلّی (وفات ۵۹۸ھ)، ۴۔ شیخ اجل ابوالفضل شاذان قمی مدنی (وفات ۶۱۸ھ)، ۵۔ صاحب الکرامات السید الحسنی والحسینی رضی الدین بن طاؤس (وفات: ۶۶۴ھ)

پھر اِک محقق طوسیؔ[۱]، کلام میں جو کلیم
تھے جن کے بعد وہ جعفرؔ بنِ[۲] حسن سے زعیم
''شرائع[۳]'' جن کی ہوئی فقہ کی کتب میں عظیم
انہیں کے بعد وہ ''حلّی[۴]'' جو واجب التکریم
پھر ان کے بعد دل و جانِ علم کاشانی[۵]
بہ فیضِ نامِ علیؑ، شانِ علم کاشانی (۳۷)

۱۔ استاذ البشر شیخ الاسلام خواجہ نصیر الدین طوسی کاظمینی، محقق، فلسفی، متکلم (وفات: ۶۷۲ھ)

۲۔ شیخ الفقہا جعفر بن حسن مصنف کتاب ''شرائع الاسلام'' (وفات: ۶۷۶ھ)

۳۔ کتاب ''شرائع الاسلام''

۴۔ آیت اللہ المطلق شیخ جمال الدین علامہ حلّی (وفات: ۷۲۶ھ)

۵۔ نصیر الدین کاشانی۔ علی بن محمد (وفات: ۷۵۵ھ)

محمد ابنِ[1] حسنؒ اِک محققِ عالی
تھے ایک اور جو تھے ابنِ قاسمِ نجفیؒ[2]
شہیدِ اوّل[3] محروقؒ ان کے بعد وہی
کہ جن سے فقہ نے "لمعہ[4]" کی روشنی پائی

(۳۸) شہید[5] ثانیؒ حق پہ بستم مزید ہوئے
انہوں نے شرح لکھی اس کی اور شہید ہوئے

۱۔ فخر المحققین محی الدین محمد بن حسن۔ (فات: ۷۷۱ھ)
۲۔ تاج الدین السید المویدالجلیل عالم نسابہ محمد بن قاسم نجفی (وفات: ۷۷۶ھ)
۳۔ الشہیدِ اوّل المحروق محمد بن جمال الدین صاحب کتاب "لمعہ فی الفقہ" (شہادت: ۷۸۶ھ)
۴۔ کتاب "لمعہ فی الفقہ"
۵۔ شہیدِ ثانی شیخ جلیل زین الدین علی بن محمد صاحب کتاب شرح لمعہ (شہادت: ۹۶۶ھ)

تھے ان سے پہلے علی حائریؒ [1] وہ شیخِ اجل
تھے جن کے وقت میں بس ایک وہی ان کا بدل
کہ جیسے ایک تھے مقدادؒ [2] فاضل و افضل
وہ ایک کنز تھا عرفاں کا جن کے زیرِ عمل
پھر اِک محققِ حق جو علیِ کرکیؒ [3] تھے
پھر احمد ابنِ محمدؒ جو اردبیلیؒ [4] تھے

۱۔ زین الدین شیخ فقیہہ ابوالحسن علی حائری (وفات: ۸۲۰ھ)

۲۔ فاضل مقداد ابو عبداللہ المقداد نجفی بغدادی صاحب کتاب "کنز العرفان" (وفات: ۸۲۶ھ)

۳۔ محقق الاسلام نور الدین علی بن عالی المحقق کرکی (وفات: ۹۳۷ھ)

۴۔ مولانا احمد بن محمد اردبیلی مدفون نجف اشرف (وفات: ۹۹۳ھ)

وہ ایک ابنِ [1] محمدؒ جو شارحِ ''کافی[2]''
پھر ایک شیخِ [3] بہائیؒ نظیر جن کی نہ تھی
تھے دو وہ مجلسیِ مجلسِ علومِ نبیؐ
پسر کا نام تھا باقرؒ [4] پدر کا نام تقیؒ [5]

(۳۹) دلوں میں ان کی ''حیات القلوب[6]'' کا گھر ہے
''بحار[7]'' ہے کہ اِک انوار کا سمندر ہے

۱۔ عالم جلیل محمد علی بن محمد، شارح ''اصولِ کافی'' (وفات: سنہ ۱۰۰۰ھ)
۲۔ کتاب ''اصولِ کافی''
۳۔ محمد بن حسین شیخ الاسلام شیخ بہائی (وفات: سنہ ۱۰۳۱ھ)
۴۔ شیخ الاسلام علامہ مجلسی محمد باقر صاحب کتاب ''بحار الانوار'' (وفات: سنہ ۱۱۱۱ھ)
۵۔ زاہد الورع محمد تقی مجلسی اوّل (وفات سنہ ۱۰۷۰ھ)
۶۔ کتاب ''حیات القلوب'' از علامہ مجلسیؒ
۷۔ کتاب ''بحار الانوار'' از علامہ مجلسیؒ۔

محمد ابنِ[۱] حسنؒ وہ جو فاضلِ ہندی[۲]
جمال دینِ محمد جناب خونساریؒ
بہائے گوہرِ تحقیق بہبہانی[۳]ؒ بھی
وہ جعفرؒ ابنِ[۴] خضر، اہلِ کشف[۵] سی ہستی

یہ مہر و ماہ تھے وہ علم جن کا ہالا تھا
انہیں کے نور سے چاروں طرف اجالا تھا (۴۰)

۱۔ فاضل ہندی شیخ جلیل محمد بن حسن صاحب کتاب "کشف اللثام"۔
(وفات: ۱۱۳۷ھ)

۲۔ آقائی جمال الدین خونساری۔(وفات: ۱۱۵۵ھ)

۳۔ محقق بہبہانی محمد باقر (وفات: ۱۲۰۸ھ)

۴۔ شیخ اکبر جعفر بن شیخ خضر نجفی، مصنف "کشف الغطاء" (وفات: ۱۲۲۸ھ)

۵۔ کتاب "کشف الغطاء"

نجف میں، مشہد و قم کی فضا میں آٹھ پہر
اس آسماں پہ چمکتے تھے کتنے شمس و قمر
مگر نہ تھا کوئی ہندوستاں میں علم کا در
جہاں سے نور ہدایت کا پاتے اہلِ نظر

(۴۱) دیارِ ہند کو تاریکیوں نے گھیرا تھا
یہاں ہر ایک طرف جہل کا اندھیرا تھا

تھے اس دیار میں کہنے کو پیروانِ علیؑ
تھے اجتہاد[۱] سے ناواقف اہلِ علم سبھی
کوئی فقیہہ تھا ایسا نہ مجتہد کوئی
بتاتا ان کو جو احکامِ فقہی و شرعی

(۴۲) بس اتنا تھا کہ نبیؐ و علیؑ کو مانتے تھے
عوام دین کے بارے میں کچھ نہ جانتے تھے

۱۔ بارہویں صدی ہجری کے اوائل تک ہندوستان میں کوئی شیعہ عالم ایسا نہیں ہوا تھا جو درجۂ اجتہاد پر فائز ہو۔

تھے اپنی قوم میں رائج طرح طرح کے رسوم
تھی شیخ سدّو و احمدؒ کبیر کی اک دھوم
نمازِ جمعہ سے بیگانہ، فقہ سے محروم
نہ رازدانِ شریعت نہ آشنائے علوم

(۴۳)
تھے غرق کچھ تو اِدھر صوفیت کے ساغر میں
پھنسے تھے کچھ اُدھر اخباریت کے چکّر میں

یکایک آگیا قدرت کو رحم ملّت پہ
کرن اُمید کی تاریکیوں میں آئی نظر
اُس آفتاب کو لے کر ہوئی طلوع سحر
ہے جس کی روشنی برِصغیر میں گھر گھر

(۴۴)
جسے سب اہلِ نظر آفتاب کہتے ہیں
اُس آفتاب کو غفرانمآبؒ کہتے ہیں

۱۔ شیعوں نے دیگر مذاہب و مسالک کے رسوم اختیار کیئے ہوئے تھے اور شیخ سدو کا بکرا، احمد کبیر کی گائے، میراں جی کے گلگلے اور بھوانی جی کی منتیں وغیرہ ان میں عام تھیں۔

۲۔ جناب مولوی سیّد دلدار علی غفرانمآبؒ (ولادت: ۱۱۶۶ھ) (وفات: ۱۲۳۵ھ)

یہ آفتاب جو اِک شمع سا ہوا روشن
یہ ایک پھول جو مہکا مثالِ مشکِ ختن
حصولِ علم کی دل کو لگی ہوئی تھی لگن
گیا نجف کو جو یہ پھول، یہ چراغِ وطن

(۴۵) ہوائے باغِ ''سلونی'' مِلی، گلاب ہوا
نجف کی خاک سے چمکا تو آفتاب ہوا

فقیہہ و مجتہد و عالم و مجدّدِ دیں
وہ رہرو رہِ حق رہنمائے راہِ یقیں
وہ اِک فقیر کہ زیرِ قدم تھے تاج و نگیں
وہ ایک شخص کہ جس کا کوئی جواب نہیں

(۴۶) وہ ایک پھُول کہ اس جیسا کوئی باغ نہ تھا
وہ ایک چاند کہ جس میں کہیں بھی داغ نہ تھا

دیارِ ہند میں وہ مجتہد ہوا پہلا
کہ اِس سے پہلے کوئی اور مجتہد نہ ہُوا
بڑا شرف ہے یہ اس کے لئے قسم بخُدا
کسی کو جو نہ ملے گا، کسی کو جو نہ مِلا

(۴۷) زمین کا یہ شرف ہے نہ آسمان کا ہے
کہ ''اجتہاد''[۱] تو جُو اس کے خاندان کا ہے

۱۔ جناب غفران مآبؒ کے خاندان کو ''خاندانِ اجتہاد'' کہا جاتا ہے۔

نصیر آبادؔ[1] سے جب یہ نصیرِ دیں اُٹھا
حصولِ علم کو پہنچا دیارِ کرب و[2] بلا
وہاں سے چل کے درِ شہرِ علم[3] تک پہنچا
پھر اس کے بعد تھا یہ اور درِ امامِ رضاؑ
(۴۸)
وہاں سے علم کا اِک سیلِ رنگ و بُو لایا
یہ آفتاب جو پلٹا تو لکھنؤ آیا

۱۔ جناب غفرانمآبؒ کے مورثِ اعلیٰ نجم الدین سبزوار سے سالار مسعود غازی کے ساتھ ایک فوج کے سردار کی حیثیت سے ہندوستان تشریف لائے اور ضلع رائے بریلی میں قصبہ ٹپاک پور کو فتح کر کے اس کا نام "جائے عیش" رکھا جو کثرتِ استعمال سے "جائس" مشہور ہو گیا۔ پھر آپ ہی کی اولاد میں سے سید زکریا نے قلعہ مظفر نگر کو فتح کر کے اس کا نام اپنے بزرگ سید نصیر الدین کے نام پر "نصیر آباد" رکھا۔ اسی نصیر آباد (یو پی، ہندوستان) میں ۱۱۶۶ھ میں ایک شب جمعہ جناب سید دلدار علی غفرانمآبؒ کی ولادت ہوئی۔ وہیں ان کی نشو و نما اور ابتدائی تعلیم مکمل ہوئی۔

۲۔ جناب غفرانمآبؒ نے ہندوستان کے مختلف علمی مراکز میں تحصیلِ علم کے بعد تکمیلِ علم کے لئے پہلے کربلائے معلیٰ کا سفر اختیار کیا۔ وہاں سے حصولِ علم کے بعد نجف اشرف میں تحصیلِ علم کی اور پھر مشہدِ مقدس میں اکتسابِ علوم کیا اور وہاں سے واپسی پر لکھنؤ میں مستقل قیام کیا۔

۳۔ نجف اشرف ۴۔ مشہدِ مقدس۔

نوٹ: یہ بند نسخۂ دہلی میں شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔

انہیں کے دم سے تو آئی وہ لکھنؤ میں بہار
ہے جس سے چہرۂ ملت پر آج تک یہ نکھار
ہوئی اِس ابرِ کرم سے وہ علم کی بوچھار
کہ فیضیاب ہوا جس سے ہر جوار و دیار

(۴۹) یہاں یہ مُشک جو مہکا تو بُو ختن پہنچی
کِھلا یہ پُھول تو خوشبو چمن چمن پہنچی

وہ اِن کا سلسلۂ درسِ علمِ آلِ نبیؐ
علومِ دیں کی کوئی راہ جس میں بند نہ تھی
زبانِ حال سے شاگرد کہہ رہے تھے سبھی
کہ مدرسہ نہ تھی اِک جامعہ تھی ذات ان کی

(۵۰) علومِ موجزن اتنے کچھ ان کے اندر تھے
وہ جیسے علم کا دریا نہ تھے، سمندر تھے

تھے ان کے سینکڑوں شاگرد جیسے یادِ علی[۱]
خلیل[۲] و کاظم[۳] و عبدالعلی[۴] دیو کھٹوی
علی شریف[۵] و علی نقی[۶] قزوینی
جواد[۷] و زین[۸] و محمد قلی[۹] کنتوری
وہ سینکڑوں ہیں کہاں تک گناؤں نام ان کے
(۵۱) ہیں ثبت مصحفِ علم و عمل میں کام ان کے

۱۔ مولوی یادعلی نصیر آبادی۔ مفسرِ قرآن۔ ۲۔ مرزا محمد خلیل جناب غفرانمآبؒ کے بہت عزیز شاگرد تھے ان کے انتقال پر اپنے تاثرات کا اظہار غفرانمآبؒ نے ''عماد الاسلام'' کے دیباچہ میں کیا ہے۔ ۳۔ محقق کامل مرزا کاظم علی جناب غفرانمآبؒ کے قدمائے تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا احمد علی صاحب محمد آبادی نے جناب غفرانمآبؒ سے پہلے انہیں کی شاگردی اختیار کی تھی۔ اپنی کتاب ''سفر السعادۃ'' میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ مولانا سید عبدالعلی دیو کھٹوی جو فیض آباد کے خاندان پیش نماز کے مورثِ اعلیٰ تھے۔

۵۔ حکیم مرزا علی شریف محشی کتب کلامیہ وطبیہ و مصنف رسالہ طبیہ

۶۔ ملا علی نقی قزوینی۔ ۷۔ مرزا جواد علی صاحب ۸۔ مرزا زین الدین احمد خاں عرف مرزا محسن صاحب۔ آپ ادب اور عروض و قوافی کے فن میں ماہر تھے۔ ۹۔ مفتی محمد قلی صاحب موسوی نیشاپوری کنتوری جناب مولانا سید حامد حسین صاحب، مصنف ''عبقات'' کے والد بزرگوار اور جناب ناصر الملت کے جدِ امجد تھے۔ علم کلام میں خاص پایہ رکھتے تھے۔ تحفہ کے متعدد ابواب کی رد میں تشئید المطاعن، تقلید المکائد اور سیف ناصری وغیرہ آپ کی کتابیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

تھے ان کے جتنے بھی شاگرد باکمال ہوئے
جو کچھ تھے ماہرِ علمِ[۱] کلام مثل ان کے
تو کچھ ریاضی[۲] و ہیئت میں منفرد نکلے
کوئی مناظرہ[۳] کے فن میں بڑھ گیا سب سے

(۵۲) کسی نے مسندِ علمِ حدیث پائی تھی
کسی کی عالمِ تفسیر[۴] میں خدائی تھی

۱۔ مثلاً جناب سلطان العلماء ابنِ غفرانمآب اور جناب مفتی محمد قلی کنستوری
۲۔ مثلاً سیّد نظام الدین حسین صاحب۔
۳۔ مثلاً سُبحان حسین خان صاحب وغیرہ۔
۴۔ مثلاً مولانا سیّد علی صاحب، خلف جناب غفرانمآب اردو میں پہلے مفسّر
اور
۵۔ مولوی یاد علی صاحب۔

علاوہ تربیت و درس علمی و دینی
بڑی عظیم کتب ہیں لکھی ہوئی اُن کی
عمادؑ ہے کہ مرآۃ عقولؑ کا کوئی
عجب کتاب یہ علمِ کلام میں لکھدی

(۵۳)
جہانِ علم میں بے مثل و لاجواب ہے یہ
بڑی عظیم بڑی بے بہا کتاب ہے یہ

۔۱۔
علمِ کلام میں جناب غفرانمآبؒ کی وہ معرکۃ الآراء کتاب ''عماد الاسلام'' جس کی نظیر پورے عالمِ اسلام میں نہیں ہے۔

۔۲۔
مرآۃ العقول ''عماد الاسلام'' کا اصلی نام ہے۔

تمام عالمِ اسلام میں کوئی بھی کتاب
کلام میں ہو جو بے مثل و نادر و نایاب
نہیں ضخامت و عظمت میں کوئی اس کا جواب
وہ مسجدیں تو یہ کعبہ، وہ صحن یہ محراب

(۵۴) جو اِن کے علم پہ لازم دلیلِ شافی ہے
کلینیؒ آپ کہیں یہ کتاب "کافی[۱]" ہے

علاوہ اس کے لکھی ہیں کتب عظیم کئی
انہیں میں ایک "اساس الاصول" بھی ٹھہری
بہ ردِ صوفیہ ان کی "شہابِ ثاقب" تھی
پھر ایک ردِ نصاریٰ میں بھی کتاب لکھی

(۵۵) وہ "ذوالفقار[۲]" جو "تحفہ[۲]" کے سر پہ آئی تھی
حسام[۳] اور صوارم[۴][۵] بھی ساتھ لائی تھی

۱۔ شیخ کلینی کی عظیم تصنیف "اصولِ کافی"
۲۔ شاہ عبدالعزیز کی مشہور کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ"
۳۔۴۔۵۔ تحفۂ اثنا عشریہ کے مختلف ابواب کے جواب میں جناب غفرانمآبؒ کی مختلف تصنیفات۔

بہت سی اور کتابیں ہیں نادر و نایاب
نہیں ہے علم کی دنیا میں جن کا کوئی جواب
علاوہ اس کے کئے ہیں وہ کارہائے صواب
کوئی ثواب کا جن کے نہیں ہے حد و حساب

(۵۶)
انہیں میں دین کی تبلیغِ عام شامل ہے
نمازِ جمعہ کا ان میں قیام شامل ہے

تھی ہند میں نہ جماعت نہ جمعہ ہی کی نماز
نہ کوئی صف تھی نہ محمود تھا نہ کوئی ایاز
اُٹھا جو اِن کی بنا ڈالنے یہ بندہ نواز
صفیں درست ہوئیں سُن کے آپ کی آواز

(۵۷)
نمازِ جمعہ کا غل تا بہ شش جہات ہوا
بلند نعرۂ قد قامتِ الصلواۃ ہوا

یہ اِک جماعت و جمعہ کا بن گیا جو نظام
رہے گا تا بہ قیامت وہ کر گئے ہیں یہ کام
نمازیں جتنی بھی ہوں گی یہ تا ظہورِ امامؑ
جبیں پہ ان کی چمکتا رہے گا آپ کا نام

(۵۸)
خدا سے اجر بھی یہ بے حساب پائیں گے
یہ ان کا تا بہ قیامت ثواب پائیں گے

اِسی طرح سے یہ مظلوم کی عزاداری
انہیں کے دم سے یہاں ہر طرف ہوئی جاری
عزاء تھی قوم کے حق میں جو وجہِ بیداری
جلائی آتشِ غم کی دلوں میں چنگاری

(۵۹) قلم علم کیا پیغامِ کربلا کے لئے
امام[۱] باڑے بنائے صفِ عزا کے لئے

بہت اہم ہے یہ کام اِن میں آپ نے جو کئے
نظامِ فقہ کی ترویج کو جناب اُٹھے
جنہیں تھا شوق انہیں تعلیم و تربیت دے کے
مبلّغین کُل اطرافِ ہند میں بھیجے

(۶۰) کوئی شمال و جنوب اور کوئی دکن کو گیا
یہاں جو پھول کھلا دوسرے چمن کو گیا

۱۔ لکھنؤ کا مشہور امام باڑہ اور مرکزِ عزا یعنی امام باڑہ غفرانمآب" انہیں کی تعمیری کوششوں کا عملی ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ ایک امام باڑہ نصیر آباد میں تعمیر کروایا جس کے اب آثار ہی باقی رہ گئے ہیں۔

(۶۱)

یہ لکھنؤ جو بنا مرکزِ علوم و عزاء
شرف اسے یہ خدا کے کرم سے ہاتھ آیا
کہ خوشہ چیں ہوا برِصغیر کُل اس کا
ہو فیض آباد کہ دلی، دکن کہ امروہا
یہیں سے دین کی دولت سبھی نے پائی ہے
(۶۲) اسی کی علم میں شاگرد کُل خدائی ہے

وہ درس اور وہ تصانیف وہ فروغِ عزاء
رسومِ بد کی وہ اصلاح، فقہ کا اجراء
وہ صوفیت ہو کہ اخباریت کا ہو فتنہ
ہر اِک محاذ پہ باطل سے وہ جہاد ان کا
یہ اتنے کام اور اِک ذات اس کو کیا کہیے
(۶۳) بس ایک جذبہ و ہمت کا معجزہ کہیے

انہیں کے علم کی عظمت انہیں کا جوشِ عمل
تھا اِن کی آل کو راہِ حیات میں مشعل
تھے جیسے علم و عمل میں وہ کامل و اکمل
ہوئے پسر بھی اسی طرح اِک سے اِک افضل
کرم تھا حق کا حسینؑ و حسنؑ کے صدقے میں
(۶۴) کہ پانچ بیٹے ملے پنجتنؑ کے صدقے میں

بڑے تھے سب سے جو سید محمدؒ حق ہیں
انہیں کو کہتے ہیں رضواں مآب اہلِ یقیں
تھا سر پہ تاج نہ کچھ بر میں خلعتِ زرّیں
مگر جلالتِ علمی سے ہل رہی تھی زمیں

(۶۵) جہانِ علم میں اِن کے شرف مسلّم تھے
دیارِ ہند میں عالم نہ تھے وہ اَعلم تھے

عجب یہ مرتبہ رضواں مآبؒ نے پایا
یہ خوابؔ حضرتِ غفرانمآبؒ نے دیکھا
امامِ عصرؑ نے ارشاد ان سے فرمایا
رہے گا میری کفالت میں یہ ترا بچہ

(۶۶) نہ کیوں پھر ان کے مراتب جلیل ہوجائیں
امامِ عصرؑ جو ان کے کفیل ہوجائیں

۱۔ سلطان العلماء رضواں مآب سیّد محمد خلفِ اکبر غفرانمآبؒ (ولادت ۱۷ صفر ۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۸۴ء)
(وفات: ۲۲ ربیع الاوّل ۱۲۸۴ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۸۶۷ء)
(تاریخ سلطان العلماء)

۲۔ تاریخِ سلطان العلماء صفحہ نمبر ۱۷۔

پسر تھے دوسرے سیّد علیؒ عِلم شعار
تھا جن سے گلشنِ علم و عمل میں جوشِ بہار
بڑھایا آپ نے اردو کا اس جہاں میں وقار
اسی زبان میں تفسیر لکھ کے پہلی بار
یہ معجزہ تھا انہیں کا جہانِ اُردو میں
(۶۷)
زبانِ وحی کو ڈھالا زبانِ اُردو میں

پھر ان کے بعد وہ سید حسنؒ بہشت مآب
گلِ ریاضِ شریعت خلیلِ باغِ صواب
لکھی ہے آپ نے علمِ کلام میں وہ کتاب
کہ جس سے پہلے تھا اُردو میں یہ سخن نایاب
ہے ایک ساغرِ قند و نبات اُردو میں
(۶۸)
کہ صالحات کے ہیں باقیاتؔ اُردو میں

ا۔ ''باقیات الصالحات'' اُردو میں علمِ کلام کی پہلی کتاب جو مولوی سید حسنؒ صاحب خلفِ جناب غفرانمآبؒ نے لکھی۔

جنابِ سیدِ مہدیؒ وہ گوہرِ نایاب
سدھارے خلدِ بریں جو بہ عنفوانِ شباب
تھی اُن کی موت پہ فطرت بھی اس طرح بیتاب
گہن میں آگیا تھا آفتابِ عالمتاب

(۶۹) وہ خود جوان نہ تھے علم کا شباب تھے وہ
شباب میں بھی فقیہوں میں لاجواب تھے وہ

پسر تھے پانچویں سید حسینؒ[۱] فخرِ زماں
لقب جہاں میں ہوا جن کا "علّیین مکاں"
وہ سیّد العلماء، عالمانِ دہر کی جاں
علومِ دین و شریعت کا بحرِ بے پایاں

(۷۰) دیا یہ اوج شہِؑ مشرقین نے ان کو
خود اپنا نام دیا ہے حسینؑ نے اِن کو

۱۔ جناب غفرانمآبؒ نے اپنی تمام اولاد کا نام حضرات معصومینؑ کے اسمائے مبارکہ کی ترتیب کے مطابق رکھا تھا۔ چنانچہ سب سے بڑے فرزند سلطان العلماء کا نام سید محمد ان سے چھوٹے کا نام سید علی، پھر سید حسن اور ان کے بعد خلاف ترتیب سید مہدی نام رکھا تو خواب میں سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ تم نے پہلے ترتیب کا لحاظ کیا۔ مگر اس فرزند کے نام میں اس سے قطع نظر کرلی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے عرض کی کہ یہ فرزند اس وقت پیدا ہوا جب مجھ پر پیری غالب آچکی ہے۔ مجھے امید نہ تھی کہ اس کے بعد کوئی دوسرا فرزند ہوگا۔ حضرت نے فرمایا یہ خیال درست نہیں۔ تمھارے یہاں ایک اور فرزند ہوگا۔ اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ چنانچہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ کو سیّد العلماء سید حسین صاحب کی ولادت ہوئی۔

(شجرۂ طیبہ رجوم تواریخ)

عظیم خود بھی، مراتب بھی تھے عظیم ان کے
تھے سترہ ہی برس کے کہ مجتہد وہ ہوئے
کوئی ہزار تو شاگرد ہند میں ہوں گے
کہ جن میں مجتہد و مفتی و فقیہہ بھی تھے
(۷۱) چمن میں گل تھے گلوں میں گلاب تھے گویا
وہ اپنے وقت کے غفرانمآب[۱] تھے گویا

علی حسینؒ تھے لعل ان کے، دین کے ناصر
تھے جن کی آل میں مہدی حسین سے ماہر[۲]
پھر اس کے بعد وہ اِک فخرِ خانداں فاخر[۳]
پھر اِک مصوّر اور اب اِک یہ نام کا ساحر
(۷۲) یہ وجہِ فخر بھی ہے وجہِ عزّ و شان بھی ہے
انہیں کی آل میں یہ ننگِ خاندان بھی ہے

۱۔ عضدالدین زین العلماء سیّد علی حسین ابنِ سید العلماء سیّد حسین بن غفرانمآبؒ۔

۲۔ جناب مہدی حسین صاحب ماہر جو مرثیہ گوئی میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔

۳۔ جناب مولوی سیّد اصغر حسین صاحب فاخر اعلی اللہ مقامہ ابنِ مولوی سیّد باقر

(جاری ہے اگلے صفحے پر دیکھیے)

۱۔ دریائے گومتی جس کے کنارے لکھنؤ آباد ہے۔ ۲۔ سرکار سید العلماء کی تعمیر جس کا نام "فصل الخطاب" ہے۔

حسین صاحب ابنِ مولوی سید علی حسین صاحب آپ فنِ شعر میں استاذ الاساتذہ اور صاحبِ دواوین تھے۔ مرثیہ نگاری میں بھی بطورِ خاص بہت بلند مقام رکھتے تھے۔اپنے چچا حضرت مہدی حسین ماہرؔ کے شاگرد تھے اور اپنے بھانجے دعبلِ ہند حضرت ذاخرؔ اعلی اللہ مقامہٗ کے استاد تھے۔ کثیر التلامذہ تھے

۴۔ اِس حقیر یعنی سید قائم مہدی ساحرؔ (فاخری) لکھنوی کے والدِ بزرگوار جناب نواب سیّد اخترؔ حسین صاحب مصورؔ اعلی اللہ مقامہٗ ابن نواب مولوی سیّد انور حسین صاحب ابنِ نواب مولوی سید اصغر حسین صاحب فاخرؔ ابنِ مولوی سیّد باقر حسین صاحب ابنِ مولوی سید علی حسین صاحب ابنِ مولوی سید حسین صاحب علیین مکاں۔ ابن جناب غفرانمآب "نہایت خوش فکر اور قادر الکلام شاعر تھے۔ تقریباً ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ ۳ مارچ ۱۹۶۵ء کراچی سے لکھنؤ واپس جاتے ہوئے لاہور میں انتقال ہوا۔ اور وہیں مومن پورہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

حضرتِ صدر اجتہادی مرحوم نے نہایت عمدہ تاریخِ وفات کہی:۔

آہ اے چرخِ ستم ایجاد، تیرے دَور میں
کھو گیا اب اخترِؔ شامِ اَودھ لاہور میں

۱۹۶۵ء

تقیؒ بھی لعل تھے سیّد حسینؒ کے وہ عظیم
جو عالموں میں تھے ممتازؔ قوم میں تھے زعیم
پھر اِن کے نورِ نظر یعنی سیّد ابراہیمؔ
تمام قوم کی نظروں میں واجب التعظیم
وہ ایک شمس لقب بے مثال عالم تھے (۷۳)
جدید دَور میں روشن خیال عالم تھے

۱۔ ممتاز العلماء جنت مآب مولوی سیّد محمد تقی ابنِ علیین مکاں سیّد حسین صاحب طاب ثراہ (ولادت: ۱۶ر جمادی الاوّل ۱۲۳۳ھ) (وفات: رمضان المبارک ۱۲۸۹ھ)

۲۔ شمس العلماء فردوس مکاں مولانا سیّد ابراہیم صاحب جنہوں نے روشن خیال مکتب فکر کی بنیاد ڈالی۔ انگریزوں نے آصفی امام باڑہ اور اہلسنّت حضرات کی مشہور ٹیلے کی مسجد پر قبضہ کرلیا تھا۔ وہ آپ ہی کی کوششوں سے واگذار ہوئے۔

انہیں کے لعل جناب ابوالحسن ¹ جو ہوئے
وہ عالموں میں بھی ممتاز مانے جاتے تھے
عطا ہوا وہ پسر ² اُن کو درگہِ حق سے
کہ جس نے گاڑ دیئے اپنے علم کے جھنڈے

(۷۴) زمینِ جہل کے طبقے ہلا دیئے جس نے
جہانِ علم میں ڈنکے بجا دیئے جس نے

۱۔ ممتاز العلماء مولانا سید ابوالحسن صاحب ابنِ شمس العلماء جناب سیّد ابراہیم صاحب طاب ثراہ۔

۲۔ سرکار سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب اعلی اللہ مقامہٗ ابنِ ممتاز العلماء سید ابوالحسن صاحب ابنِ شمس العلماء سیّد ابراہیم صاحب ابنِ ممتاز العلماء سیّد محمد تقی صاحب ابنِ سیّد العلماء سید حسین علیین مکان ابنِ جناب غفران مآبؒ۔

یہ وہ کہ اسمِ مبارک علی نقی جس کا
وہ اجتہاد کا پیکر، وہ علم کا پُتلا
وہ ایک چاند جو برِ صغیر میں چمکا
وہ اِک وجود جو بزمِ جہاں کی زینت تھا
چمن میں دہر کے پھول اِک کھلا ہوا جیسے
(۷۵) جبینِ وقت پہ جُھومر سَجا ہوا جیسے

جناب حضرتِ غفرانمآبؒ نے گوندھی
جو اجتہادؔ کے تابندہ موتیوں کی لڑی
مثال ان کی جو تسبیح میں امام سی تھی
یہ اِس لڑی کا ضیاء بار پانچواں موتی
یہ ایک گُل میں گلستاں، یہ جزو میں کُل تھا
(۷۶) یہ اجتہاد کی تاریخ کا تسلسل تھا

وہ ان کی راہ جو غفرانمآبؒ کا جادہ
عروسِ علم کے دلدارؔ وہ، یہ دِل دادہ
تھا ان کا ساغرِ دل، ان کی فِکر کا بادہ
جو اِن کی مسندِ علمی وہ اُن کا سجّادہ
قبائے علم انہیں کی تھی اِن کی قامت پہ
(۷۷) بجا ہے ناز جو ہو ان کو اِس نیابت پہ

۱۔ ملاحظہ کیجیے بند نمبر۔ ۷۳ کا نوٹ۔ ۲۔ جناب غفرانمآبؒ کا اسمِ گرامی سیّد دلدار علی تھا۔

جناب مولوی سیّد علی نقی جیسا
بہت ہی کم کوئی عالم یہاں ہوا ہوگا
وہ اہلِ علم کی نظروں میں سید العلماء
وہ اہلِ حق کے لئے آیت اللہ العظمٰی

(۷۸) حسینیت میں وہ اِک فکرِ نَو کے بانی تھے
جہانِ علم میں اللہ کی نشانی تھے

دُرِ یگانۂ دوراں، وحیدِ عصر و زماں
فرشتہ خو، متحمل مزاج نرم زباں
شریف و شاکر و شائستہ و شرف ساماں
بڑے حلیم بڑے رکھ رکھاؤ کے انساں

(۷۹) علی تھے عِلم کے دنیا کے انقلابی تھے
نقی تھے، پاک تھے، خالص تھے، بوترابی تھے

مفسرین کے سردار سید العلماء
محققین کے سالار سید العلماء
کتب کے ہمدم و غمخوار سید العلماء
قلم کا دیدۂ بیدار سید العلماء

(۸۰) زبان اور قلم میں عمل کا رشتہ تھے
بشر کے بھیس میں اِک علم کا فرشتہ تھے

غُلامِ حیدرِؑ کرّار سیّد العلماء
دلیر و صابر و خود دار سیّد العلماء
زبانِ ہند میں اوتار سیّد العلماء
ہمارے آپ کے سرکار سیّد العلماء

(۸۱)
عمل کی جان تھے، روحِ روانِ علم تھے وہ
زمینِ جہل پہ اِک آسمانِ علم تھے وہ

وہ افتخارِ صدوقؒ و کلینیؒ دوراں
مفیدؒ و مجلسیؒ و طبرسیؒ کی روحِ رواں
جنابِ حضرت غفرانمآبؒ کا اَرماں
وہ خوئیؒ اور خمینیؒ کے پائے کا انساں

(۸۲)
وہ نائینیؒ[۱] و عراقیؒ[۲] کے دل کا چین ہوا
نجف کے حوزۂ علمی کی زیب و زین ہوا

۱۔ آیت اللہ العظمیٰ آقائے میرزا محمد حسین نائینیؒ استاد سرکار سید العلماء، طاب ثراہ۔
۲۔ آیت اللہ شیخ ضیاء الدین العراقیؒ استاد سیّد العلماء، طاب ثراہ۔
نوٹ: ''اس بند پر غلو کا الزام ہے، مگر میں حوضۂ علمیہ نجفِ اشرف میں ان کے احترام اور آقائے نائینیؒ جیسے اساتذہ کی نظر میں ان کی منزلت نیز اجازاتِ اجتہاد کے عبارات اور ان کے تبحرِ علمی اور اعلیٰ سیرت و کردار کی بناء پر اس الزام کو درست نہیں سمجھتا''۔ (ساحرؔ)

جہانِ علم کا وہ آفتابِ فکر و نظر
وہی تو تھا سببِ انقلابِ فکر و نظر
عدوئے علم کے حق میں عذابِ فکر و نظر
پڑھے لکھوں کے لئے اِک کتابِ فکر و نظر

(۸۳) وہ کیا جئیں گے جو بھٹکیں سدا سرابوں میں
وہ کیا مرے گا جو زندہ رہے کتابوں میں

جو زیبِ خاتمِ ملّت تھا وہ نگینۂ علم
زعیمِ قوم، گدائے درِ مدینۂ علم
وہ اِس کا سینۂ بے کینہ اِک دفینۂ علم
وہ اِس کا دل تھا کہ گویا کوئی خزینۂ علم

(۸۴) وہ بحر، حرف کے کوزہ میں جو سما نہ سکے
نگاہِ جہل کبھی جس کی تھاہ پا نہ سکے

وہ ان کا منطق و تاریخ و فلسفہ کا شعور
حدیث و فقہ و کلام و ادب پہ ان کا عبور
یہاں سے بڑھ کے عرب اور عجم میں تھا مشہور
مگر نہ علم پہ غرّہ نہ عظمتوں پہ غرور

(۸۵) ہے نام اِن کا کہ عظمت کا اِک جریدہ ہے
جو حرف اِس میں ہے وہ آپ کا قصیدہ ہے

عیاں ہے "ع" سے یہ علم کا شباب تھے وہ
لکھا ہے "ل" نے لاریب لاجواب تھے وہ
یقین "ی" کو ہے یکتا دُرِ خوش آب تھے وہ
ہے نقل "ن" سے نایاب و نام یاب تھے وہ

(۸۶)
ہے قول "ق" کا قبلہ گہہ زمانہ تھے
ہے "ی" سے یہ کہ وہ اس دور میں یگانہ تھے

وہ دَور جس میں کِھلا تھا علوم کا یہ کنول
بہت تھے عالمِ دیں اِس میں، اِک سے اِک افضل
مگر تھا قوم میں کچھ اِس طرح کا قحطِ عمل
صدا یہ آتی تھی منبر کے دِل سے بھی کہ سنبھل

(۸۷)
عمل کی بزم میں سب سر جھکائے بیٹھے تھے
اسی چراغ سے اب لَو لگائے بیٹھے تھے

فضائے قوم پہ چھائی ہوئی تھی تاریکی
رہِ عمل میں چراغوں کی روشنی کم تھی
ہوئے تھے حرف و قلم جو شکارِ بے عملی
اسی کے دستِ اماں میں انہیں پناہ ملی

(۸۸)
سوادِ کم نظراں میں نگاہِ علم تھا وہ
دیارِ جہل میں جائے پناہِ علم تھا وہ

تھا بچپنے ہی سے ظاہر کہ ہیں بڑوں سے بڑے
بڑوں سے بڑھ گئے جب بھی وہ امتحاں میں پڑے
لکھے جو حرف، ورق پر جواہرات جڑے
کھلے جو لب سرِ منبر تو منہ سے پھول جھڑے

(۸۹) اُٹھی جو فکر کی بدلی تو جا بجا برسی
قلم کو جھٹکا تو الفاظ کی گھٹا برسی

وہ رہنمائے رہِ باصوابِ علم و عمل
وہ جہل و بے عملی کو جوابِ علم و عمل
تھا کشتِ قوم میں جو قحطِ آبِ علم و عمل
تو جھوم جھوم کے برسا سحابِ علم و عمل

(۹۰) چمن میں علم و عمل کے نہ تھا ذرا پانی
اُٹھا یہ ابر تو چھاجوں برس گیا پانی

ہے کون جس نے خطابت میں طرحِ نو ڈالی
ہے کون، تھا جو شریعت کے باغ کا مالی
قلم سے جس کے تھی کشتِ ہنر کی ہریالی
وہی علی نقی مدِ ظلّہٗ العالی[1]
وہ اپنے نطق و عمل سے جو کام لیتے تھے
(۹۱) تو کشتِ علم سے ذہنوں کو رزق دیتے تھے

ہوئے جو صدر نشینِ جہانِ اہلِ نظر
نکھارتے ہوئے تہذیبِ مسند و منبر
زباں سے جاری ہوئی موجِ زم زم و کوثر
دلوں پہ کھل گئے اِک اِک کے شہرِ علم کے دَر
بصارتوں کو بصیرت کی روشنی دے دی
(۹۲) بصیرتوں کو حقیقت کی روشنی دے دی

ا۔ یہ لفظ مرنے والوں کے لیے استعمال نہیں ہوتے۔ مگر ہمارا عقیدہ ہے کہ قولِ معصوم کے مطابق جو حبِّ آلِ محمدؐ میں مرجائے وہ شہید ہے اور قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو شہید ہیں انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں۔ لہٰذا میں نے یہ الفاظ سرکار سیّد العلماء طاب ثراہ کے لیئے استعمال کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی۔ (ساحرؔ)

خطابت ایسی کہ اغیار بھی مقر ہوں کہ "ہاں"
نظر عمیق، مضامیں دقیق، بات آساں
فضائل ایسے کہ ایمان ہو دلوں میں جواں
دلائل ایسے کہ تائید کو بڑھے قرآں

(۹۳) زبان وہ کہ فصاحت نثار ہو جائے
مصائب ایسے کہ دِل بے قرار ہو جائے
ملے جو اہلِ نظر علم کے گہر رولے
جہول آئے مقابل تو پھر نہ کچھ بولے
فساد اِن کو نہ منظور تھا، نہ لب کھولے
کہ سیلِ بغض میں کشتی نہ قوم کی ڈولے

(۹۴) علی کی پیروی اِس طرح بھی جو فرض ہوئی
خموشی معنیِ "لَا تُفْسِدُوْ فِی الْاَرض" ہوئی
وہ ایک چپ سے بلاؤں کو ٹالنے والا
بھنور میں علم کی کشتی سنبھالنے والا
عمل میں لفظ و معانی کو ڈھالنے والا
حسینیت کا مرقع اُجالنے والا

(۹۵) تھا وردِ فکر کا ایک اِک نَفَس حسینؑ حسینؑ
نہ تھی کسی سے غرض اس کو، بس حسینؑ حسینؑ

تھا اس کا مقصدِ خلقت جو نشر کارِ حسینؑ
منائی تیرہ سو[۱۳۶۱ھ] اکسٹھ میں یادگارِ حسینؑ
کہ غیر پر بھی تو قائم ہو اقتدارِ حسینؑ
چمن میں دہر کے ہو بے خزاں بہارِ حسینؑ

(۹۶)
زباں سے حسرتِ "یالیتنی[۱]" پہ صاد کیا
قلم سے نصرتِ شبیرؑ میں جہاد کیا

یہی قلم تھا مجاہد کے ہاتھ کی شمشیر
اسی قلم کو بناتے تھے فکر کی زنجیر
اسی قلم سے وہ کرتے تھے حرف کو تسخیر
اسی سے کرتے تھے اغیار کے دلوں کو اسیر

(۹۷)
ولا کی بزم میں ابرِ بہار تھا یہ قلم
عدوئے دیں کے لئے ذوالفقار تھا یہ قلم

۱۔ زیارتِ شہدائے کربلا کا ایک جملہ:
فَيَالَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَكُمْ فَأَفُوْزَ مَعَكُمْ
ترجمہ: کاش میں بھی اس وقت موجود ہوتا تو آپ لوگوں کے ساتھ کامیابی حاصل کرتا۔

اِسی قلم سے لٹائے ہیں وہ دُرِ شہوار
کہ جن کو دیدۂ جوہر شناس ہے درکار
لگا دیئے ہیں مضامینِ نَو کے وہ انبار
کہ جن سے مصرِ سخن میں ہے گرمیٔ بازار

(۹۸) نہ دھبہ لگنے دیا اس کی پارسائی کو
جگر کا خون دیا اس کی روشنائی کو

حصولِ مقصدِ دیں میں وہ اس کا استغراق
بہت سے اپنے پراؤں کو تھا بہت ہی شاق
مخالفت میں مخالف اگرچہ تھے مشّاق
اِسے ہٹا نہ سکے راہِ حق سے اہلِ نفاق

(۹۹) نگاہِ فکر میں قائم ہے اعتبار اس کا
جہانِ علم سے اُٹھا نہ اقتدار اس کا

وہ دے رہا تھا شبِ جہل کو پیامِ سحر
سکھا رہا تھا اندھیروں کو احترامِ سحر
دوات تھی کہ چھلکتا تھا کوئی جامِ سحر
ورق پہ چال تھی خامہ کی یا خرامِ سحر

(۱۰۰) وہ روشنائی میں جب بھی قلم ڈبوتا تھا
ہر ایک بوند سے سورج طلوع ہوتا تھا

بشوق ان کی طرف اہلِ علم کا وہ کھنچاؤ
وہ اشتیاقِ سماعت میں مجلسوں کا جماؤ
وہ خشک گفتگوئے فقہ میں ادب کا رچاؤ
وہ نرم نرم سے لہجہ میں گومتی[1] کا بہاؤ

(۱۰۱) بیاں وہ، ابرِ بہاراں کی بوندیاں جیسے
رواں وہ لفظ کہ چلتی ہوں کشتیاں جیسے

وہ فکر کی ہمہ گیری وہ قوتِ تحریر
کہ تین سو ہیں کتابیں بہ فیضِ ربِّ قدیر
ہے یوں تو اپنی جگہ ہر کتاب مہرِ منیر
ہے اپنے رنگ میں یکتا جناب کی تفسیر

(۱۰۲) سکوتِ فکر میں وہ انقلاب لائی ہے
کہ باغِ علم میں "فصل الخطاب[2]" آئی ہے

جو تین سو سے بھی کچھ ہیں سوا کتب ان کی
انہیں کتب سے ملے گی حیات انہیں ابدی
ہر اِک کتاب ہے آئینۂ علومِ نبیؐ
اِن آئینوں میں ہیں جلوہ نما علیِ نقی

سدا یہ نام جبینِ کتب پہ دمکے گا
(۱۰۳) یہ آفتاب انہیں آئینوں میں چمکے گا

۱۔ دریائے گومتی جس کے کنارے لکھنؤ آباد ہے۔ ۲۔ سرکار سید العلماء کی تفسیر جس کا نام "فصل الخطاب" ہے۔

ہیں ان کی فکر سے روشن ہزارہا عنواں
کہ جیسے عقل، عبادت، تمدنِ انساں
نظامِ زندگی، پردہ، اصولِ دیں، قرآں
امامت اور خلافت، عقائد و ایماں

(۱۰۴) ادب بھی، سیرت و تاریخ بھی، وراثت بھی
شخصیت بھی، مذاہب بھی مادیت بھی

تھے گرچہ خوف زدہ ان کے علم سے اعداء
انہیں کے سفرۂ علمی سے لے رہے تھے غذا
چلا رہے تھے انہیں کے قلم سے کام اپنا
جبھی تو ان کی کتابوں سے آ رہی ہے صدا

(۱۰۵) میں شہرِ علم سے لایا ہوں اِن نگینوں کو
"خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو"
(میر انیس)

بڑے غضب کی تھی جوان کی شخصیت میں کشش
تو دل لپکتے تھے بیعت کو ان کی بے غل و غش
جبھی تو اہلِ حسد کے دلوں میں تھی وہ خلش
کہ بڑھتے بڑھتے عداوت میں ڈھل گئی رنجش

(۱۰۶) مگر یہ ظرف تھا ان کا کہ ان پہ تف بھی نہ کی
ہزار ظلم سہے اور منہ سے اُف بھی نہ کی

اُدھر وہ دعوئ باطل وہ حق فراموشی
وہ رفعِ شر کے لئے اِس طرف خطا پوشی
اُدھر وہ دشنہ و دشنام وہ ستم کوشی
علیؑ مثال اِدھر باوقار خاموشی

(۱۰۷
اِنہیں نے علم کی عظمت کو یوں نکھار دیا
مخالفت میں شرافت کو اعتبار دیا

عجیب جہل نے یہ علم سے لیا بدلا
کہ ڈالی چاند پہ خاک، آسمان پہ تھوکا
امیرِ شام کی سیرت پہ کوئی چل نکلا
کسی نہ کہہ دیا ان سے یزیدؔ اچھا تھا

(۱۰۸)
ہمارا دینؔ سلامت رہے بعونِ حسینؑ
اُنہیں یزیدؔ مبارک، ہمیں یہ جُونِ حسینؑ

یہ اہلِ علم نے کیسا چلن بنایا تھا
کہ بحثِ علم کو وجہِ محن بنایا تھا
عبا قبا کو لباسِ کفن بنایا تھا
قلم کو دار، زباں کو رَسن بنا یا تھا

(۱۰۹)
وہ رمزِ علم سَرِ دار کھولتا ہی رہا
مثالِ میثمِ تمار بولتا ہی رہا

روایت آپ کی جس پر انہیں کہا کافر
ضعیف ہی سہی لکھی گئی تو ہے آخر
جو سچ ہے "اِنّما الاَعمالُ بالنِّیات" تو پھر
ہیں ظاہرا تو خدا ہی پہ نیتیں ظاہر

(۱۱۰) ہیں کون، پیاس پہ رشتہ جو حق سے توڑتے ہیں
اب اس کا فیصلہ ہم تو خُدا پہ چھوڑتے ہیں

کچھ اس سے بڑھ کے کہیں یہ ہمارا طور نہیں
اگرچہ سچ ہے، شرافت کا اب یہ دَور نہیں
کسی کے واسطے کیا یہ محلِ غور نہیں
رسولِؐ پاک کا منبر ہے یہ، کچھ اور نہیں

(۱۱۱) خدا کرے کہ رہے اعتبار منبر کا
عزیز سب کو ہو دل سے وقار منبر کا

وہی معلمِ آدابِ مجلس و منبر
وقارِ مجلس و منبر تھا جس کے پیشِ نظر
بشر کے بھیس میں حلمِ حسن کا وہ پیکر
ہر اشتعال پہ اہلِ حسد کے چُپ رہ کر

(۱۱۲) بتا گیا ہے عمل سے مقام منبر کا
سکھا گیا ہے ہمیں احترام منبر کا

وہی عظیم معلم، وہی عظیم انساں
دلِ شکستہ پہ سہہ کے زخمِ تیغ زباں
جہانِ ظلم و ستم چھوڑ کر گیا ہے وہاں
تمام دہر کے مظلوم جا بسے ہیں جہاں
اُسی کے غم میں تو آنکھیں یہ اشکبار ہیں آج
(۱۱۳) اُسی کے سوگ میں ہم آپ سوگوار ہیں آج

فضا میں شور ہے یہ آندھیوںؔ کا جو پیہم
ہے آج یہ لبِ فطرت پہ نوحہ و ماتم
جہانِ علم پہ چھایا ہوا ہے رنج و اَلم
سیاہ پوش ہے قرطاس، اشک ریز قلم
وفورِ غم سے جو کاغذ پہ سَر پٹکتا ہے
(۱۱۴) قلم کی آنکھ سے رِس رِس کے خوں ٹپکتا ہے

ا۔ سرکار سید العلماء کے انتقال کے وقت نہ صرف لکھنؤ بلکہ دور دراز تک ایسی زبردست آندھی آئی جیسے آگ کی چنگاریوں کا ایک طوفان امنڈ آیا ہو۔ علیگڑھ میں لوگوں نے یہ منظر دیکھا اور گھبرا کر اپنے مکانوں کی چھتوں سے اُتر آئے۔ یاد رہے کہ سیدُ العلماء برسوں علیگڑھ یونیورسٹی میں شعبۂ دینیات کے ڈین اور سربراہ کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔ اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی بحیثیت ریسرچ پروفیسر کام کرتے رہے اور علیگڑھ میں مستقل قیام رہا۔ البتہ ان کا انتقال لکھنؤ میں ہوا۔

وطن کو چھوڑ گیا وہ، وطن اداس ہے آج
بہار ہوگئی رخصت چمن اداس ہے آج
ہوا جو مُشک سے خالی، ختن اداس ہے آج
وہ لعل کھو دیا ہم نے یمن، اداس ہے آج

(۱۱۵) وہ اُٹھ گیا تو کوئی چھاؤں پھر گھنی نہ رہی
وہ بجھ گیا تو چراغوں میں روشنی نہ رہی

ہزار حیف کہ گو موت ہوگئی حائل
ہوا نہ شامیوں سا رنگِ دشمنی زائل
عدو جو آج بھی ایذا رسی پہ ہیں مائل
یہ بعدِ مرگ بھی تیغِ زباں سے ہیں گھائل

(۱۱۶) ہے سبّ و شتم یہ بعدِ وفات حضرت پر
کہ جیسے تیر چلائیں کسی کی میت پر

وہ وقت آئے گا جب ہوگی عام بیداری
جہاں میں ہوگی جب انصاف کی عملداری
حَسد سے بُغض و عداوت سے ہوگی بیزاری
سمجھ میں سب کی تب آئے گی داستاں ساری

(۱۱۷) نہ لوگ پھر کسی مظلوم کو ستائیں گے
نہ پھر کسی کے جنازے پہ تیر آئیں گے

ہزار حیف کہ یہ نائبِ امامؑ انام
وہ ظلم سہہ گئے جن کا ہدف تھے ان کے امامؑ
مکاں جلایا گیا، سبّ و شتم بھی ہوا عام
عدو نے عید بھی کی بعد مرگِ نیک انجام

(۱۱۸) یہ وہ ستم ہیں جو مولا علیؑ پہ ڈھائے گئے
کچھ ان پر اور کچھ آلِ نبیؐ پہ ڈھائے گئے

یہ جب ادب سے حضورِ امامؑ ہر دو جہاں
زباں پہ لائیں گے حرفِ شکایتِ دوراں
عجب نہیں کہ بصد رنج و با دلِ گریاں
گلے لگا کے یہ فرمائیں شاہِ کون و مکاں

(۱۱۹) ہمیں ہے علم جو طوفانِ جور و جبر آئے
ہمارے حال پہ رکھو نظر کہ صبر آئے

یہ سبّ و شتم جو تم پر ہے اب سرِ منبر
امیرِ شام نے جاری کیا تھا یہ مجھ پر
لگائے جاتے تھے تیغِ زباں سے وہ نشتر
کہ جن سے ہوگیا چھلنی مرے حسنؑ کا جگر

(۱۲۰) زباں کے تیر جو تھے زہر میں بجھائے ہوئے
یہ دل پہ سہتے رہے ان کو سر جھکائے ہوئے

دعائیں دے کے کہیں گی یہ فاطمہ زہراؑ
تمہارے گھر کو جلایا گیا، غضب یہ ہوا
مگر وہ میرا مکاں، وہ ہجومِ اہلِ جفا
وہ در، وہ آگ کے شعلے، وہ ظالموں کی صدا

(۱۲۱) لگا کے آگ، ستم مجھ پہ یہ مزید کیا
گرا کے دَر مِرے محسنؑ کو بھی شہید کیا

بہ درد و غم یہ صَدا دیں گی زینبؑ کبریٰ
یہ رسمِ عید بقتلِ حسینؑ اَب بھی ہے کیا
یزیدیوں نے یہی کربلا میں بھی تو کیا
کہ روزِ قتلِ حسینؑ ان کو روزِ عید ہوا

(۱۲۲) تھا زیرِ تیغ وہ زہراؑ کا نورِ عین حُسینؑ
اُدھر خوشی کے وہ باجے، اِدھر حسینؑ حسینؑ

تھی بربریّتِ انساں کی وہ عجب روداد
کہ بھیڑیوں نے بھی پایا نہیں وہ رنگِ عناد
ہوئے شہادتِ مظلوم پہ یہ خوش جلّاد
دی قتل گاہ میں اِک ایک کو مبارکباد

(۱۲۳) جب ان کے ہاتھ سے انسانیت شہید ہوئی
تو ان یزید پرستوں کے گھر میں عید ہوئی

کروں یہ عرض جنابِ علی محمد سے
غضب ہے باپ کا سایہ جو سَر سے اُٹھ جائے
یہ دیکھئے تو مگر، جب وہ اس جہاں سے اُٹھے
خدا کا شکر کہ بے گور و بے کفن نہ رہے

(۱۲۴) یہاں یہ ظلم کسی پر ابھی ہوا تو نہیں
یہ لکھنؤ ہے، کوئی دشتِ کربلا تو نہیں

ابھی تو ہیں یہاں انسانیت کے کچھ ہمدرد
ہوئی نہیں ہے ابھی حق کی آگ بالکل سرد
ابھی بہت سے رخوں پر نہیں ہے ظلم کی گرد
بہت ہیں صاحبِ ایماں وہ عورتیں ہوں کہ مرد

(۱۲۵) ہے نور چہروں پہ ایمان کی سند کی طرح
ابھی ہیں لوگ یہاں کچھ بنی اسد کی طرح

یہاں شہید ہو جو کوئی جورِ باطل سے
کسی کا عالمِ غربت میں بھی جو دم نکلے
نہ بے لباس نہ بے گور اُس کی لاش رہے
یہ لوگ اس کو کفن دے کے دفن کردیں گے

(۱۲۶) مگر وہ ارضِ جفا، وہ اَلم نصیب حسینؑ
وہ دشتِ کرب و بلا، وہ مرا غریب حسینؑ

وہ کربلا، وہ لہو کی زمیں، وہ دُھوپ کا بن
وہ بعدِ عصر اِک اُجڑا ہوا کسی کا چمن
وہ اِک نشیب میں اِک لاش بے لباس و کفن
وہ اِک جلے ہوئے خیمے میں اِک غریب بہن

(۱۲۷) وہ ایک بیکس و مجبور و ناتواں بیٹا
کفن بھی دے نہ سکا باپ کو جواں بیٹا

ابھی تو باپ کا سایہ اٹھا ہی تھا سَر سے
لٹے، خیام جلائے گئے، اسیر ہوئے
گلے میں طوق تو پیروں میں بیڑیاں پہنے
یتیم بیٹا چلا میرِ کارواں بن کے

(۱۲۸) مقامِ رنج و محن کو بصد محن چھوڑا
پدر کی لاش کو بے گور و بے کفن چھوڑا

اسیر ہو کے چلے قتل گاہ سے جو حَرم
نظر کے سامنے تھا ایک اِک قتیلِ ستم
ہر ایک لاش پہ وہ بیکسوں کا نوحۂ غم
بندھے تھے ہاتھ تو کوئی نہ کرسکا ماتم

(۱۲۹) سکینہؑ نہر پہ عمّو کے پاس جا نہ سکیں
ربابؑ ننھی سی تربت گلے لگا نہ سکیں

وہ کربلا سے سفر آہ تا بہ کوفہ و شام
اسیرِ طوق و سلاسل وہ دورِ نو کا امامؑ
وہ سر کھلے حرمِ مصطفےٰؐ وہ مجمعِ عام
وہ بے ردائیِ زینبؑ سے عرش پہ کہرام

(۱۳۰) سروں سے مریمؑ و سارہؑ نے پھینک دی چادر
وہ کھل گیا سرِ زہراؑ وہ گر گئی چادر

اُدھر وہ محوِ تماشہ سگانِ دہر تمام
جہول و بد نظر و بے ضمیر و بد انجام
نبیؐ کی آلؑ کے دشمن ملوکیت کے غُلام
صدائے طنز کسی کی وہ تا بہ کوفہ و شام

(۱۳۱) حرم کے ساتھ شہِ مشرقین آتے ہیں
بڑھو سلام کو لوگو حسینؑ آتے ہیں

وہ جوق جوق تماشے کو لوگ آئے ہوئے
حرم نبیؐ کے وہ بالوں سے منہ چھپائے ہوئے
غریب سب عرقِ شرم میں نہائے ہوئے
حیا سے سیدِ سجادؑ سر جھکائے ہوئے

(۱۳۲) کدھر ہے غیرتِ انساں، یہ ماجرا کیا ہے
ارے حمیتِ آدم! تجھے ہُوا کیا ہے

یہیں پہ ختم نہیں بات ساحرِؔ مضطر
ہزار طرح سے کرتے تھے ظلم بانیٔ شر
سرِ حسینؑ کی جانب کبھی کوئی پتھر
تو بے ردائیِ زینبؑ پہ طنز کے نشتر

(۱۳۳) تھے سب و شتم کے ناوک جدھر گئے سجادؑ
ہر ایک گام پہ غیرت سے مر گئے سجادؑ

کتب حوالہ و تحقیق

۱۔ نہج البلاغہ۔

۲۔ جناب غفران مآبؒ از سرکار سید العلماء مولانا سیّد علی نقی صاحب طاب ثراہ۔

۳۔ تاریخِ سلطان العلماء۔ از جناب مولانا سید آغا مہدی صاحب طاب ثراہ۔

۴۔ شجرہ طیبہ، نجوم تواریخ از مولانا سید ہدایت حسین صاحب قبلہ اجتہادی

۵۔ اقتباسات مولانا ابوالکلام آزاد

۶۔ سید العلماء حیات اور کارنامے۔ از سلامت رضوی۔

۷۔ یادداشت جناب مولانا سیّد محمد باقر صاحب قبلہ شمس لکھنوی مدِ ظلہ العالی۔

(خلف اعلم العلماء مولانا سید سبطِ حسین صاحب طاب ثراہ)

رباعی

شبیرؑ سے امداد ملی ہے مجھ کو
توقیر ملی، داد ملی ہے مجھ کو
اس مرثیہ گوئی کی اِسی ڈیوڑھی سے
توفیقِ خداداد ملی ہے مجھ کو

قطعہ

کسی سے پوچھتے پھرتے ہو کیوں، کہاں ہیں علیؑ
ہمارے دل کا مکاں دیکھ لو، یہاں ہیں علیؑ
وغا میں، عرش پہ، منبر پہ، فرشِ ہجرت پر
جہاں جہاں ہے ضرورت، وہاں وہاں ہیں علیؑ

رباعیاتِ ساحر

رو رو کے غمِ شہؑ میں رُلاتے رہیئے
ان چھینٹوں سے دوزخ کو بجھاتے رہیئے
ہر اشک ہے اِک قصرِ جناں کی قیمت
یہ بے بہا آنسو ہیں، بہاتے رہیئے

●●●●●●●●●●●●●●●

دم الفتِ قنبرؑ کا بھرتے بھرتے
ماتم شہِ مظلوم کا کرتے کرتے
موت آئے تو ہو لب پہ مرے ذکرِ حسینؑ
ہو وردِ زباں نام یہ مرتے مرتے

●●●●●●●●●●●●●●●

بوذرؓ کو حق انتساب کرنے والے
قنبرؓ کو فلک جناب کرنے والے
ساحر بھی ہے ذرہ تری خاکِ پا کا
اے ذرّوں کو آفتاب کرنے والے

●●●●●●●●●●●●●●●

☆

کیوں ہم کو نہ خود موت کی چاہت ہوگی
غم ہوں گے جہاں کے دور، راحت ہوگی
دوبار زیارت ہوئی خوابوں میں نصیب
اب قبر میں مولاؑ کی زیارت ہوگی

●●●●●●●●●●●●●●●

دانہ ملے مٹی میں گلِ تر ہوجائے
قطرہ سرِ موج آئے سمندر ہوجائے
جس خاک سے خلقت ہے مری ساحرؔ، کاش
وہ خاک بھی خاکِ درِ حیدرؑ ہوجائے

●●●●●●●●●●●●●●●

شبیرؑ کا ماتم نہ رُلائے کیسے
اِس غم میں آنکھ بھر نہ آئے کیسے
آنکھوں سے چھلک کر نہ بہیں کیوں آنسو
کوزوں میں سمندر یہ سمائے کیسے

●●●●●●●●●●●●●●●

حضرت ساحرؔ لکھنوی
کی
دوسری تصانیف وتالیفات

۱۔ خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو	تحقیقی مقالہ
۲۔ فنِ تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ	تحقیقی مقالہ
۳۔ صحیفۂ مدحت	مجموعۂ قصائد
۴۔ آیاتِ درد	مجموعۂ مراثی
۵۔ احساسِ غم	مجموعۂ مراثی
۶۔ متاعِ غم	مجموعہ مراثی (یہ کتاب)
۷۔ مرثیہ قطب شاہ سے ساحرؔ تک	مرثیہ
۸۔ فقہ و شمشیر	مرثیہ (مطبوعہ دہلی)
۹۔ علم اور علماء	شخصی مرثیہ (مطبوعہ دہلی و کراچی)
۱۰۔ یقینِ کامل	دینی مسائل و مباحث
۱۱۔ ایمانی شہ پارے (تقدیم وتدوین)	دینی مضامین
۱۲۔ لہو رنگ صحرا	سلام، نوحے اور روایتیں
۱۳۔ آئینۂ شمس نما	تذکرہ
۱۴۔ باتیں ہماری رہ گئیں (ترتیب وتدوین)	حسین اعظمی مرحوم کی وفات پر
۱۵۔ مرثیہ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ	تحقیق و تنقید
۱۶۔ برصغیر میں تشیع اور اجتہاد	تحقیق و تذکرہ (زیرِ قلم)
۱۷۔ تذکرہ حضرت غفرانمآبؒ، اخلاف وتلامذہ	تحقیق و تذکرہ (زیرِ قلم)

برصغیر میں تشیع اور اجتہاد

برصغیر پاک و ہند میں شیعیت کی سب سے عظیم شخصیت مجتہدِ اول مجدّدِ ملت حضرت مولانا سید دلدار علی غفرانمآب علیہ الرحمۃ وہ تھے جنھوں نے بِرصغیر میں شیعیت کو اصلاحِ حال کے ساتھ ایک باوقار ملت اور آبرومندانہ مسلک کی حیثیت دے کر فروغ عطا فرمایا۔ ان سے پہلے اس سرزمین پر شیعیوں کا وجود تو ضرور تھا مگر وہ نہ تو اپنے مذہب کے بارے میں کچھ جانتے تھے نہ ان کے عبادات وغیرہ شیعی فقہی احکام کے مطابق ہوتے تھے۔ شادی بیاہ سے لے کر دفن و کفن تک سارے اعمال اہلِ سنت کے مطابق انجام دیتے تھے۔ اخباریت اور صوفیت کے پنجہ میں جکڑے ہوئے یہ بے علم شیعہ بے مغز اور مضحکہ خیز رسوم کے عادی تھے۔

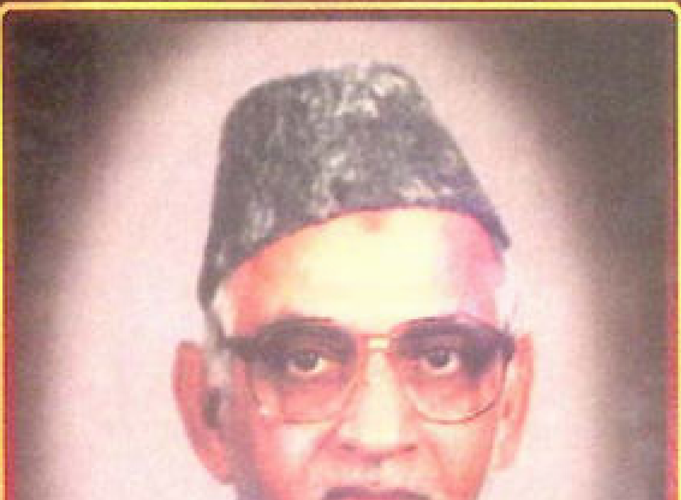
حضرت غفرانمآبؒ کی رحلت (۱۲۳۵ھ) کو اس سال ۱۴۳۵ھ میں پورے دو سو سال ہوئے۔ افسوس ہے کہ شیعیت کے اس محسنِ اعظم کے بارے میں یہاں شیعی عوام بلکہ خواص تک کچھ نہیں جانتے۔

اس صورتِ حال میں، میں نے ارادہ کیا کہ شیعیت کے اس عظیم مجدّد اور مصلحِ اعظم کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کروں اور اسی ۱۴۳۵ھ میں اس کی اشاعت کا بندوبست بھی کروں۔ خدا کے فضل اور مولائے علم کے کرم سے کتاب پر کام جاری ہے۔ مولا مدد فرمائیں گے تو اِنشاء اللہ یہ سنہ ہجری ختم ہونے سے پہلے کتاب مومنین کے ہاتھوں میں ہوگی۔

طالبِ دعا

گدائے درِ مولائے علم

ساحر لکھنوی



ساحر لکھنوی

(سید قائم مہدی نقوی اجتہادی)